حضرت
امیر معاویہ
امیر معاویہ پر ایک نظر
مصنف
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

نام کتاب:- امیر معاویہ پر ایک نظر

مصنف:- حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات:- 96

تعداد:- 2000

سن اشاعت:- ماہ جون 2006ء، جمادی الاول 1427ھ

سلسلہ مفت اشاعت نمبر:- 146

ناشر:- جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

Ph:2439799
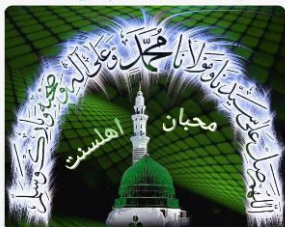
حضرت اَمِیر مُعَاوِیَہ رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ پر ایک نظر

مُصنّف

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی 1391ھ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

Ph:2439799

پیش لفظ

دنیا میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے لئے چُنا، جن پر خصوصی انعام فرمایا، جنہیں بلند درجات اور اعلیٰ مقام عطا کیا ان میں سے ایک وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کو نبی آخر الزمان ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف ملا، وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں بہترین تھے جن کی ایک فضیلت کو پوری دنیا کے غوث، قطب، ولی، ابدال مل کر بھی نہ پہنچ سکے۔ جو ہدایت کے تارے ہیں جن کے ایمان کی طرح ایمان لانے کا حکم خدا نے دیا جن کی اقتدا اور اتباع کر کے ہدایت پانے کا حکم رسول اللہ نے دیا۔ جو قیامت تک کے لئے تمام مسلمانوں کے محسن ہیں جن کی محبت ایمان کی علامت، جن سے بُغض ایمان سے محرومی کا سبب ہے۔ بہترین عقیدہ، افضل طریقہ اور نجات کا راستہ وہ ہے جس پر اہلِ سنّت ہیں کہ بلا تفریق تمام صحابہ کے فضل کے قائل، سب سے محبت رکھنے والے، سب کی عظمت کو ماننے والے اگر چہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ان کے مراتب میں فرق ہے جس طرح نفسِ نبوت میں انبیاء میں کوئی تفریق نہیں اسی طرح نفسِ صحابیت میں ان میں کوئی تفریق نہیں۔ مگر بعض سُنّی، حنفی کہلوانے والے ایسے پیدا ہو گئے جو بعض سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض سے بُغض کا اظہار، خصوصاً کاتبِ وحی، زوجۂ رسول اُمّ المؤمنین سیدہ اُمِّ حبیبہ کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بُغض کا ظاہر کرتے ہیں اپنی تقریر و تحریر اور گفت و شنید میں ان پر تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتے حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کسی سے بھی محبت نہیں رکھتے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ سُنّی نہیں اور نہ وہ حنفی ہیں اب یہ خدا جانے یہ لوگ ایسے کیوں ہوئے دشمنانِ صحابہ کی صحبت سے یا ان کے لیٹریچر کو پڑھ کر یا تاریخ کی جھوٹی موضوع روایات سُن کر، بہر حال سُنّی بھائیوں کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے بعض اہم ارکان اس پر متفق ہوئے کہ اس موضوع پر ہمارے بزرگوں کا تحریری مواد عوام اہلسنت تک پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ اسی سلسلے میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی تحریر "امیر معاویہ پر ایک نظر" سے آغاز کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس رسالے کو ہر خاص و عام کے لئے مفید بنائے۔

فہرست مضامین

نعت

خاکِ مدینہ ہوتی میں خاکسار ہوتا
ہوتی رہِ مدینہ میرا غبار ہوتا

آقا اگر کرم سے طیبہ مجھے بلاتے
روضہ پہ صدقے ہوتا ان پر نثار ہوتا

وہ بے کسوں کے آقا بے کس کو گر بلاتے
کیوں سب کی ٹھوکروں پر پڑ کر میں خوار ہوتا

طیبہ میں گر میسر دوگز زمین ہوتی
ان کے قریب بستا دل کو قرار ہوتا

مر مٹ کے خوب لگتی مٹی مری ٹھکانے
گر ان کی رہ گزر پر میرا مزار ہوتا

یہ آرزو ہے دل کی ہوتا وہ سبز گنبد
اور میں غبار بن کر اس پر نثار ہوتا

بے چین دل کو اب تک سمجھا بجھا کے رکھا
مگر اب تو اس سے آقا نہیں انتظار ہوتا

سالک ہوئے ہم ان کے وہ بھی ہوئے ہمارے
دل مضطرب کو لیکن نہیں اعتبار ہوتا

(حکیم الامت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْبَرَرَۃِ التُّقٰی

جاننا چاہئے کہ ایمان کی بنیاد جس پر تمام عقائد و اعمال کی عمارت قائم ہوسکتی ہے وہ حضور سید عالم ﷺ کی عظمت و محبت ہے۔ حضور ہی کی عظمت و محبت سے رب تعالیٰ کی ہیبت وجلال دل میں پیدا ہوتی ہے، اسی سے سارے پیغمبروں کی تعظیم وتوقیر حاصل ہوتی ہے، اسی سے قرآن کریم کا وقار، اسی سے اسلام کی عظمت دل میں جاگزیں ہوتے ہیں غرض کہ جس دل میں حضور کی محبت ہے اس میں ایمان ہے اور جو اس سے خالی ہو وہ ایمان سے بے بہرہ رہا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً﴾ (النساء: ۴/۶۵)

اے محبوب تمہارے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ اپنے تمام جھگڑوں میں تمہیں اپنا حاکم بنائیں پھر تمہارے فیصلہ سے اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور سر نیاز تسلیم کردیں۔

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: **لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ**

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

پھر یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ کی محبت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ حضور کے تمام صحابہ کرام، اہلِ بیتِ اطہار بلکہ حضور سے ہر نسبت رکھنے والی چیز سے دلی محبت نہ ہو، اس لئے رب العالمین نے اپنی پہچان اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ سے اور حضور کی پہچان صحابہ کبار کے وسیلہ سے کرائی کہ ارشاد فرمایا: **﴿ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ**

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ط مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح:۴۸/۲۸.۲۹) وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ انہیں تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے تمام ساتھی کافروں پر سخت ہیں آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ آئینہ خدا نما ہیں اور حضور کے اصحاب آئینہ رسول نما، خدا کو پہچاننا ہے تو حضور کو جانو اور مانو اور حضور کو جاننا اور ماننا ہے تو ان کے انصار و مہاجرین کو مانو۔ یہ بھی خیال رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار سارے پیغمبروں کا انکار ہے، رب فرماتا ہے:

(۱) ﴿كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۶/۱۲۳) قوم عاد نے تمام نبیوں کو جھوٹا کہا۔

(۲) ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الحجر:۱۵/۸۰) حجر والوں نے سارے رسولوں کو جھٹلایا۔

(۳) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/۱۴۱) قوم ثمود نے تمام پیغمبروں کو جھوٹا کہا۔

(۴) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/۱۰۵) قوم نوح نے سارے رسولوں کو جھٹلایا۔

(۵) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الشعراء: ۲۶/۱۶۰) قوم لوط نے سارے نبیوں کو جھوٹا کہا۔

دیکھو قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم نوح نے صرف اپنے اپنے ایک رسول کی تکذیب کی تھی مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے سارے پیغمبروں کا انکار کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ایک پیغمبر کا انکار سارے رسولوں کا انکار ہے، اسی طرح ایک صحابی کا انکار اہلِ بیت اطہار میں سے ایک بزرگ

سے سرتابی در پردہ تمام صحابہ کرام اور سارے اہلِ بیت کا انکار ہے۔

آج مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جس دل میں صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عداوت پیدا ہوتی ہے تو اس کا انجام یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ اس میں اہلِ بیت اطہار اور صحابہ کرام تمام ہی کی نفرت پیدا ہوگئی اور سب پر زبانِ طعنہ دراز کرنے لگے۔ اس پر زمانہ ماضی و حال شاہد عدل ہے۔

خوارج: ۔ یہ لوگ اولاً علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سپاہی اور آپ کے جانثار تھے، آپ پر جان و مال قربان کرتے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمائی تو یہ لوگ بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کے جوش میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متنفر ہو گئے اور کہنے لگے کہ علی رضی اللہ عنہ نے سخت غلطی کی کہ معاویہ جیسے دشمن سے صلح کر لی اور غیر خدا کو حکم قبول کر کے شرک کا ارتکاب کیا۔ آخر کار یہ بغض معاویہ والے لوگ ذوالفقار حیدری سے تہ تیغ ہوئے۔ ان کے خروج کی اصلی وجہ بغض معاویہ ہوئی۔

روافض: ۔ یہ مدعیانِ محبتِ اہلِ بیت بھی بغض امیر معاویہ کی بیماری میں گرفتار ہیں اور اس بیماری کا نتیجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حضرات اہلِ بیتِ اطہار سے در پردہ متنفر ہیں چنانچہ ان میں سے بعض بارہ اماموں کے ماننے پر اور بعض صرف چھ کے ماننے پر اور بعض صرف تین اماموں کے معتقد ہونے پر مجبور ہیں۔ ورنہ محبتِ اہلِ بیت کا تو تقاضا یہ تھا کہ حضور کے سارے اہلِ بیت پر ایمان لایا جائے اور حضور کے سارے اہلِ قرابت پر جان و مال قربان کیا جائے اور حضور کی تمام ازواج پاک، اولاد پاک پر دل سے فدا ہوں یہ فہرست بنانا کیا معنی کہ ہم تو اہلِ بیت میں صرف بارہ کو یا چھ کو یا تین کو مانیں گے۔ باقی کو نہیں۔ پتہ لگا کہ بغض معاویہ کی بیماری نے محبتِ اہلِ بیت کی جگہ دل میں چھوڑی ہی نہیں۔

ہم نے گزشتہ زمانہ میں شیعہ حضرات کو خود دیکھا تھا کہ ماتم میں حسن حسین دونوں حضرات کا نام لیتے تھے لیکن موجودہ ماتم میں امام حسن کا نام شریف اڑا دیا گیا۔ فیض آباد کے ضلع میں صرف علی مولی، حیدر مولی کے نام پر ماتم ہوتا ہے اور پنجاب میں سینہ کوٹتے وقت یا حسین یا

حسین کی صدا ہوتی ہے۔ آخر یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ حضرت امام حسن ؓ نے امیر معاویہ ؓ سے صلح فرما کر ان کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی تھی۔ بھلا کیسے ہوسکتا تھا کہ بغضِ معاویہ ؓ والے دل میں امام حسن ؓ کی محبت کی گنجائش رہ جاتی، بغضِ معاویہ ؓ کا یہ انجام ہے۔

پہلا شخص:۔ یار امیر معاویہ بڑے فاسق وظالم تھے۔ اہلِ بیتِ اطہار کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے علی مرتضیٰ ؓ کی خلافت کا انکار کیا اور ان کی وجہ سے ہزار ہا مسلمانوں کا خون بہا، مسلمان عورتیں بیوہ ہوئیں، مسلمان بچے یتیم ہوئے۔ حضرت علی کو ستایا اور جس نے علی کو ستایا اس نے رسول کو ستایا اور جس نے رسول کو ستایا اس نے رب کو دکھ دیا۔ بھلا ایسا شخص کب سچا مسلمان ہوسکتا ہے۔ غضب ہے کہ لوگ معاویہ کو بھی پرہیزگار مانتے ہیں۔

دوسرا شخص: یار بات کہنے کی نہیں چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ اہلِ بیت کو سب نے ہی جی بھر کر ستایا۔ برسوں کے رضی اللہ عنہ نے ایسی حرکتیں کیں کہ توبہ بھلی۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر (عشرہ مبشرہ والے) اور جنگ جمل وصفین کے تمام وہ لوگ جو حضرت عائشہ یا معاویہ کے ساتھی تھے۔ سب ہی اہلِ بیت کی عداوت سے بھرپور تھے سب نے ہی حضرت علی کے خلاف نبرد آزمائی کی۔

تیسرا شخص:۔ یار میرا دل تو کہتا ہے کہ معایہ جیسے فاسق وفاجر کے ہاتھ پر اماحسن کو بھی بیعت نہ کرنا چاہیئے تھی۔ امام حسن ؓ نے بڑی بزدلی دکھائی کہ معاویہ سے صرف صلح ہی نہ کی بلکہ ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے۔ امام حسین ؓ کی طرح مرد میدان بن کر ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے تھا۔ امام حسین ؓ پر جان قربان کہ جان دے دی مگر ملعون یزید کی بیعت نہ کی۔ امام حسن ؓ کو کم از کم اپنے والد ماجد حضرت علی ؓ سے ہی سبق لینا چاہئے تھا کہ دین کی حمایت اور خلافت کی حفاظت میں کسی نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امیر معاویہ ؓ اور حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کا ہمت سے مقابلہ کیا، امام حسن ؓ نے کیوں ایسا نہ کیا۔

چوتھا شخص:۔ یار امام حسن ؓ کے صلح کے وقت امام حسین ؓ کو کیا ہوگیا تھا کہ وہ بھی خاموش رہے اور اپنے بھائی کو نہ سمجھایا نہ ان سے قطع تعلق کیا۔ یہاں ہی امیر معاویہ ؓ کی امارت کا قلع قمع کر دیا ہوتا تو کربلا والا واقعہ ہی پیش نہ آتا نہ معلوم امام حسین ؓ اس وقت کیوں خاموش رہے اور کربلا والی جرأت وہمت امیر معاویہ کے مقابلہ میں کیوں نہ دکھائی۔ یار گومگو کا معاملہ ہے، کیا کہیں کیا نہ کہیں۔

پانچواں شخص:۔ یار بات دور پہنچتی ہے کہنے کی ہمت نہیں پڑتی ورنہ اگر غور کیا جائے تو بڑی غلطی حضرت علی ؓ سے ہی ہوگئی کہ اتنا لڑ بھڑ کر پھر معاویہ ؓ سے صلح کر لی اور خلافت کے دو ٹکڑے ہو جانے پر راضی ہوگئے۔ تمام مصیبتوں کی جڑ تو حضرت علی ؓ کی یہ صلح ہے بڑی غلطی اس صلح میں ہوئی ساری ذمہ داری حضرت علی ؓ پر ہے۔ وہ اللہ کے شیر تھے، معاویہ ؓ کی امارت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہوتی تاکہ آئندہ یہ واقعات ہی رونما نہ ہوتے۔

چھٹا شخص:۔ یار اگر سچ پوچھو تو ان تمام فتنوں کی جڑ حضرت عمر ؓ نے قائم کی کہ معاویہ ؓ کو اپنے زمانۂ خلافت میں شام کا گورنر مقرر کر گئے اگر یہ گورنری معاویہ ؓ کو نہ ملتی تو آئندہ ان کے دل میں خلیفہ بننے کا شوق نہ پیدا ہوتا۔ ان تمام فتنوں کی جڑ حضرت عمر ؓ کی قائم کی ہوئی ہے۔

ساتواں شخص:۔ یار ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم دیا ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے ہی معاویہ جیسے دشمنِ اہلِ بیت کو اپنی بارگاہ میں باریاب کیوں ہونے دیا کہ انہیں اپنا کاتب وحی مقرر کیا۔ معاویہ ؓ کی بہن ام حبیبہ سے نکاح کر کے معاویہ ؓ کو اپنا سالا بننے کا موقع دیا۔ پھر ان کے فضائل بیان کر کے امیر معاویہ ؓ میں ہمت اور جرأت پیدا کی۔ ضرور حضور ﷺ سے بھی اس معاملہ میں لغزش واقع ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھانا، حضور کا امیر معاویہ ؓ کو باریاب کرنا بڑی خرابیوں کا باعث ہوا۔ (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنہُ)

آٹھواں شخص:۔ یار میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن تو حضور کے صحابہ ؓ کی تعریف یوں کرتا ہے کہ ﴿اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۴۸/۲۹) کہ وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔مگر جب ان تمام جنگجو صحابہ کی تواریخ دیکھی جائے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے،لڑ بھڑ کر ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہیں یا تو قرآن کی یہ آیت درست نہیں،کسی نے ملاوٹ کر دی ہے اور یا ان تمام جنگ جمل یا صفین والوں میں کوئی بھی صحابی نہیں۔ان کی لڑائیاں ہمارے اسلام پر ایک بدنما داغ ہیں۔

یہ ان لوگوں کی گفتگو ہے جو اپنے کو صحیح العقیدہ،راسخ الاعتقاد سچا اور پکا مسلمان سمجھ کر امیر معاویہ ؓ سے متنفر ہیں۔غور کرو کہ امیر معاویہ ؓ کے بغض کی بیماری کس طرح ایمان کا خاتمہ کر دیتی ہے کہ اگر اس میں زیادہ بحث کی جائے تو پھر نہ صحابہ طعن سے بچتے ہیں نہ اہلِ بیت۔بلکہ پھر نہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت دل میں رہتی ہے نہ قرآن کریم کا وقار۔

فی زمانہ بہت سے سنی کہلانے والے بزرگ بغضِ معاویہ کی بیماری میں گرفتار ہیں۔
اہلِ دل حضرات اس حالت پر خون کے آنسو روتے ہیں،اس نازک حالت کو دیکھتے ہوئے مجھے میرے محترم بزرگ حضرت سید پیر محمد معصوم شاہ صاحب قادری ساکن سادہ چک ضلع گجرات نے فرمائش کی کہ کوئی رسالہ ایسا تحریر کرو جس میں اس بیماری کا مکمل علاج ہو جس سے مسلمانوں کے دل صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام کی محبت سے بھرپور ہو جائیں اور لوگوں کے دل میں امیر معاویہ ؓ کی محبت وعظمت قائم ہو،ان کی طرف دل مائل ہوں اور ان صحابۂ رسول کا وقار دلوں میں قائم ہو۔میں نے ان کے اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے اس رسالہ کی طرف توجہ کی۔

خیال رہے کہ اس رسالہ میں ان سنی حضرات سے خطاب ہے جو کچھ غلط فہمیوں کی بنا پر امیر معاویہ ؓ سے بدل ہیں،ان کی عظمت کے انکاری ہیں۔شیعہ حضرات سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنا ایسے ہی بیکار ہے جیسے غیر مسلم سے نماز وضو کے مسائل پر مناظرہ کرنا،اس سے تو پہلے حقانیتِ اسلام پر گفتگو کرنا چاہئے۔اسی طرح شیعہ حضرات سے پہلے اس پر گفتگو کی جائے کہ آیا قرآن کریم

اللہ کی کتاب ہے یا نہیں اگر ہے تو محفوظ ہے یا توریت وانجیل کی طرح اس میں بھی تحریف ہو چکی۔ نیز خلافتِ صدیقی و فاروقی برحق ہے یا نہیں،حضرت امیر معاویہ ؓ کا معاملہ تو بہت بعد کا ہے۔ ان سے پہلے تو حقانیتِ قرآن اور حقانیتِ خلفائے راشدین اور تمام اہلِ بیت کی حقانیت کا اقرار کرایا جائے۔

اس رسالہ کا وہ ہی طریقہ ہوگا جو "جاء الحق" و "سلطنتِ مصطفیٰ" وغیرہما کتب کا ہے۔ یعنی اس میں ایک مقدمہ ہوگا اور دو باب مقدمہ میں صحابہ کرام اور اہلِ بیت کرام کی حقانیت اور ان کے فضائل بیان ہوں گے اور پہلے باب میں امیر معاویہ ؓ کے فضائل ومراتب،دوسرے باب میں ان پر اعتراضات اور ان کے جوابات مذکور ہوں گے۔ناظرین سے استدعا ہے کہ نظر انصاف سے اس رسال کو بغور مطالعہ فرما دیں اور حق قبول کرنے میں تامل نہ کریں اور مجھ فقیر بے نوا کے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کی سچی غلامی نصیب کرے اور ان کے تمام صحابہ کبار اہلِ بیت اطہار کی سچی محبت نصیب کرے اور حضور کے ان جاں نثاروں کے غلاموں میں حشر نصیب فرمائے۔

جو کوئی اس رسالہ سے فائدہ اٹھائے وہ مجھے اپنی دعائے خیر میں رکھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْن بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

احمد یار خان

خطیب جامع چوک پاکستان گجرات

۲۱ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ دوشنبہ مبارک

اس رسالہ کی تصنیف میں حسب ذیل کتب سے امداد لی گئی ہے: قرآن کریم، ترمذی شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، مرقاۃ، اشعۃ اللمعات، صواعق محرقہ، تطہیر الجنان، وغیرہا۔ آخر میں ایک خاتمہ شامل کیا گیا ہے جس میں چند ضروری ہدایات اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی وحضور غوث الثقلین بغدادی رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال طیبہ وطاہرہ ہیں۔

مقدمہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابی بھی ہیں اور حضور ﷺ کے نسبی وسسرالی رشتہ دار بھی جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا اس لئے اس مقدمہ میں صحابہ اور اہلِ بیت کے متعلق کچھ ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں پہلے انہیں غور سے مطالعہ کرلیا جائے، پھر اصل کتاب ملاحظہ فرمائی جائے تاکہ پورا پورا فائدہ ہو۔

صحابی

نمبر۱: صحابی وہ خوش نصیب مومن ہیں جنہوں نے ایمان وہوش کی حالت میں حضور سید عالم ﷺ کو ایک نظر دیکھا یا انہیں حضرت کی صحبت نصیب ہوئی پھر ان پر خاتمہ بھی نصیب ہوا لہٰذا حضرت ابراہیم طیب وطاہر فرزندانِ مصطفیٰ ﷺ جو بچپن ہی میں وفات پا گئے صحابی نہیں کیوں کہ انہوں نے شیر خوارگی میں حضور کو دیکھا جب کہ ہوش نہیں ہوتا اور سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی ہیں کیوں کہ وہ بزرگ اگرچہ نابینا ہونے کی وجہ سے حضور کو دیکھ نہ سکے مگر اس صحبت پاک میں تو حاضر ہوئے اور جو لوگ کہ حضور سید عالم ﷺ کی وفات شریف کے بعد مرتد ہو کر مرے جیسے مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے۔ وہ صحابی نہیں کیوں کہ صحابیت میں ایمان پر خاتمہ ہونے کی شرط ہے، البتہ وہ لوگ جو مرتد ہو کر پھر ایمان لے آئے۔ جیسے اشعث ابن قیس یا زمانہ صدیقی میں زکوٰۃ کے منکر جو بعد میں تائب ہو گئے وہ اکثر علماء کے نزدیک صحابی ہیں۔ (از مرقاۃ واشعۃ اللمعات وغیرھما)

نمبر۲: اسلام میں صحابیت سب سے بڑا درجہ ہے۔ پیغمبر کے بعد صحابی ہی اعلیٰ رتبہ والے ہیں۔ تمام دنیا کے اولیاء، اقطاب، ابدال، غوث صحابی کی گرد کو نہیں پہنچ سکے اور کیوں نہ ہو کہ صحابی صحبت یافتہ جنابِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔ اس کے مکمل دلائل عنقریب بیان ہوں گے۔

یوں سمجھو کہ جہاد کرنے والا غازی ہے، قرآن پڑھنے والا قاری، نماز پڑھنے والا نمازی، اسلامی فیصلے کرنے والا قاضی، کعبہ کو دیکھ آنے والا حاجی مگر چہرۂ پاکِ مصطفیٰ ﷺ کا دیکھنے والا مومن صحابی ہے۔ حضور کے بعد مسلمانوں میں حاجی، غازی، نمازی، قاضی سب ہو سکتے ہیں مگر صحابی کوئی نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ محبوب ﷺ سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے۔

نمبر۳: کل صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ یعنی انبیاء کی تعداد کے برابر پھر جیسے انبیاء کرام مختلف درجے والے ہیں ایسے ہی صحابہ کرام مختلف مرتبہ والے، رب تعالیٰ انبیاء کرام کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ م مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۵۳) یہ پیغمبر بزرگی دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے رب نے کلام کیا اور بعضوں کو درجوں بلند کیا۔

ادھر صحابہ کرام کے متعلق ارشاد باری ہوتا ہے: ﴿لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحدید: ۵۷/۱۰) تم میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ سے پہلے صدقہ و جہاد کر چکے برابر نہیں یہ بڑے درجہ والے ہیں انسے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد صدقات دیئے اور جہاد کئے اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا۔

پھر جیسے سارے فرشتوں میں چار سردار اور سارے نبیوں میں چار پیغمبر بڑی ہی شان والے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ ایسے ہی تمام صحابہ کرام میں چار صحابہ بہت ہی اعلیٰ شان والے یعنی خلفائے راشدین ابوبکر صدیق، عمر

فاروق، عثمان غنی، علی حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین، پھر عشرہ مبشرہ، پھر تمام اہلِ بدر، پھر تمام اہلِ احد، پھر تمام بیعتِ الرضوان والے، پھر بیعتِ عقبہ والے، پھر سابقین یعنی وہ حضرات جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی پھر فتحِ مکہ کے دن یا ان کے بعد ایمان لانے والے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

نمبر۴: خلفائے راشدین کے فضائل شمار سے باہر ہیں۔ ان لوگوں کے ناموں کو رب تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے وہ قرب حاصل ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ کے حرف بارہ ہیں، اسی طرح محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان ابن عفان، علی ابن ابی طالب تمام میں بارہ بارہ حرف ہی ہیں۔ حضور نے فرمایا "خَيْرُ الْقُرُوْنَ قَرْنِیْ " یعنی تمام زمانوں میں میرا زمانہ زیادہ بہتر ہے۔ قرنی میں "ق" صدیق اکبر کی۔ "ر" عمر کی، "ن" عثمان کی، "ی" علی کی طرف اشارہ ہے گویا ان بزرگوں کا زمانہ حضور ہی کا زمانہ ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۶۳ سال ہوئی۔ اسی طرح ان تمام خلفاءِ اربعہ میں سے ہر ایک کی عمر شریف ۶۳ سال ہی ہوئی سوائے حضرت عثمان کے۔

نمبر۵: جیسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر نبی اور تمام دنیا سے اعلیٰ ہیں اس نبوت کی صفت میں تمام یکساں ہیں مگر بعض پیغمبروں کے کچھ خصوصی صفات قرآن یا حدیث میں بیان ہوئے بعض کے صرف نام آئے اور اکثر وہ ہیں جن کے نام سے بھی دنیا واقف نہیں مگر ایمان سارے نبیوں پر ہے۔ کسی کی توہین کرنا کفر ہے اسی طرح تمام صحابہ وصف صحابیت میں برابر ہیں مگر پھر ان میں سے بعض بزرگوں کے خصوصی فضائل قرآن یا حدیث میں وارد ہوئے اور کچھ بزرگوں کے صرف نام ہی معلوم ہو سکے اور اکثر کے نام شریف کی بھی خبر نہیں مگر صحابیت میں سب یکساں ہیں سب کی تعظیم وتوقیر واجب ہے کسی صحابی کی گستاخی سخت محرومی کا باعث ہے جس پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ وارد ہیں۔

نمبر۶: کوئی صحابی فاسق یا فاجر نہیں، سارے صحابہ متقی، پرہیزگار ہیں یعنی اولاً تو ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور اگر سرزد ہو جائیں تو رب تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو۔ صحابیت اور فسق جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسے اندھیرا اور اجالا جمع نہیں ہو سکتے۔ جس طرح نبی گناہ سے معصوم ویسے ہی سارے صحابہ فسق سے مامون ومحفوظ ہیں کیوں کہ قرآن کریم نے ان سب کے عادل متقی پرہیزگار ہونے کی گواہی دی اور ان سے وعدہ فرمایا مغفرت وجنت کا رب فرماتا ہے:

(۱) ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَ كَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ (الفتح: ۴۸/۲۶) اللہ نے پرہیزگاری کا کلمہ ان سے لازم کر دیا اور وہ اس کے مستحق تھے۔

(۲) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی﴾ (الحجرات: ۴۹/۳) جو لوگ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کے حضور میں پست رکھتے ہیں یہ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا۔

(۳) ﴿اُولٰٓئِكَ مُبَرَّئُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (النور: ۲۴/۲۶) یہ ان الزاموں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور اچھی روزی۔

(۴) ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی﴾ (النساء: ۴/۹۵) اور سارے صحابہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا

(۵) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات: ۴۹/۱۵) یہ صحابہ سچے ہیں۔

(۶) ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدہ: ۵/۱۱۹) اللہ ان سے راضی یہ اللہ سے راضی ہیں۔

(۷) ﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (الحجرات: ۴۹/۷) اللہ نے تمہارے دلوں میں کفر فسق اور گناہوں سے نفرت ڈال دی۔

یہ صفات فاسقوں کے نہیں ہو سکتے بہرحال سارے نبی معصوم اور سارے صحابہ فسق

سے محفوظ ہیں بلکہ رب نے گناہوں سے ان کے دلوں میں ایسی گھن رکھی جیسے ہمارے دلوں میں گندگیوں پلیدیوں سے۔

نمبر۸: تاریخی واقعات ۹۵ فیصدی غلط اور بکواس ہیں۔ تاریخ اپنے مصنف کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ان میں روافض اور خوارج کی آمیزشیں بہت زیادہ ہیں جو تاریخی واقعہ کسی صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے کیوں کہ قرآن انہیں عادل متقی فرما رہا ہے قرآن سچا ہے اور تاریخ جھوٹی مؤرخ یا محدث یا راوی کی غلطی مان لینا آسان ہے مگر صحابی کا فسق ماننا مشکل ہے کیوں کہ اسے فاسق ماننے سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی۔

نمبر۹: صحابی کو فاسق ماننے سے نہ قرآن صحیح رہ سکتا ہے نہ کوئی حدیث قابل اعتماد، غرض یہ کہ تمام دین درہم برہم ہو جائے گا کیونکہ رب کریم قرآن کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (البقرہ: ۲/۲) اس کتاب میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن جب ہی شک اور تردد سے پاک وصاف مانا جاسکتا ہے جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام پر کسی قسم کا شبہ نہ ہو وہ امین ہوں کہ جیسا رب سے لیں ویسا ہی بغیر فرق کئے حضور تک پہنچادیں پھر نبی کریم ﷺ بالکل سچے امین ہوں کہ جیسا حضرت جبریل سے قرآن لیں ویسا ہی صحابہ تک پہنچادیں پھر سارے صحابہ عادل ثقہ متقی دیانتدار پرہیزگار ہوں کہ جیسا حضور سے قرآن لیں بلا فرق اور بلا کمی بیشی امت تک پہنچادیں تو قرآن کی حقانیت کے لئے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کا امین، سچا، پاک باز، پرہیزگار ماننا ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کو عادل، ثقہ، امین ماننا لازم ہے کیوں کہ اگر یہ حضرات فاسق وفاجر ہوں تو پھر قرآن کا اعتبار نہ رہے گا کیوں کہ احتمال ہوگا کہ شاید صحابہ نے اپنی طرف سے قرآن میں خلط ملط یا تبدیلی کردی ہو۔

مثلاً اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق وفجور کا شبہ کیا جائے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے

لہٰذا شبہ ہوگا کہ نہ معلوم انہوں نے درست کتابت کی یا غلط، اسی طرح جس صحابی کو فاسق کہا جائے گا تو قرآن کی وہی آیت مشکوک ہو جائے گی جو اس صحابی سے حاصل ہوئی۔ غرض یہ کہ صحابہ کرام کے مومن، صادق، امین، عادل، ثقہ ہونے پر قرآن کی حقانیت موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پڑھا ہوا اتارا توریت وانجیل کی طرح کتابی شکل میں نہ بھیجا اور نبی کریم ﷺ نے بھی قرآن کو کتابی شکل میں جمع نہ فرمایا بلکہ آیاتِ قرآنیہ کو صحابہ کرام کے پاس منتشر حالت میں چھوڑا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کی مدد سے جمع فرمایا تاکہ سارے مسلمان حقانیتِ قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کرام کو پرہیزگار، متقی اور مومن ماننے پر مجبور ہوں۔

یہ تو قرآن کا حال تھا، اب رہی حدیث تو ظاہر ہے کہ تمام احادیث کی حقانیت کا دارومدار صحابہ کرام کی حقانیت پر ہے کہ ہم نے جو احادیث سنیں وہ صحابہ کرام کے ذریعہ سے سنیں۔ اگر یہ حضرات فاسق ہوں تو کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں۔ کیوں کہ فاسق کی بات کا اعتبار نہیں۔ اب کہیے کہ صحابہ کو فاسق مان کر آپ کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں۔ اگر ریل کا پہلا ڈبہ جو انجن سے متصل ہو وہ ہی انجن سے کٹ کر گر جائے تو پچھلے ڈبے کیسے سلامت رہ سکتے ہیں۔ صحابہ کرام تو اسلام کا اگلا ڈبہ ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بلاواسطہ وابستہ ہیں۔ اگر ان کا ایمان درست نہیں تو پھر قیامت تک کسی مسلمان کا ایمان درست نہیں ہوسکتا۔

نمبر۱۰: صحابہ کرام کے سینے آپس کے کینہ، بغض وحسد سے بالکل پاک وصاف تھے کیوں کہ قرآن کریم ان کے متعلق اس طرح صفائی بیان فرما رہا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۴۸/۲۹) اور وہ جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم وکرم والے۔

جب رب تعالیٰ ان کے متعلق اعلان فرما رہا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ صحابہ کرام کی تمام جنگیں اللہ کے لئے تھیں نفس کے لئے نہ تھیں۔ ان میں سے بعض کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ بعض بالکل حق پر تھے مگر

جن سے جو غلطی ہوئی وہ اجتہادی تھی جو شرعاً حرام نہیں اس کا کھلا ہوا ثبوت ان امور سے ملتا ہے:

(ا) امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جنگِ جمل میں شکست دی اور جب حضرت عائشہ کا اونٹ جس پر آپ سوار تھیں گرا دیا گیا تو انہیں گرفتار نہ کیا بلکہ نہایت احترام وعزت کے ساتھ والدہ محترمہ کا سا ادب فرماتے ہوئے مدینہ منورہ واپس پہنچا دیا نہ ان کے مال پر قبضہ کیا نہ ان کے کسی سپاہی پر کوئی سختی فرمائی۔ جب خوارج نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ نے دشمن پر قبضہ پا کر اسے چھوڑ کیوں دیا تو آپ نے جواب دیا کہ عائشہ صدیقہ بحکمِ قرآن ہماری ماں ہیں، رب فرماتا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳/۴) تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں۔

اگر تم حضرت عائشہ کو ماں نہیں مانتے تو کافر اور اگر انہیں ماں جان کر ان کو لونڈی بنا کر رکھنا جائز مانتے ہو تو کافر (صواعق محرقہ) بتاؤ اگر یہ جنگ نفسانی ہوتی اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کینہ ہوتا تو اس وقت تلوار کے ایک ہی وار میں کام تمام تھا، یہ تلوار کیوں نہ چلی، کیسے چلتی حق پر جنگ تھی، نفس پر نہ تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(ب) علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ میں عین جنگ کے زمانہ میں حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ یعنی علی مرتضیٰ کے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا بہت ادب واحترام کیا۔ ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ ان کا وظیفہ مقرر کیا۔ اس دوران حضرت عقیل فرمایا کرتے تھے کہ دین علی کی طرف ہے (صواعق محرقہ) کہیے اگر نفسانی جنگ تھی تو یہ برتاؤ کیسے؟

(ج) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شاعر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں قصیدہ پڑھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف فرمائی۔ امیر معاویہ ہر شعر پر جھوم جھوم کر فرماتے تھے کہ واقعی علی رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہیں اور قصیدے کے ختم پر شاعر کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سات ہزار اشرفی انعام دیا

کسی نے پوچھا کہ اے امیر! جب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایسے معتقد ہیں تو پھر ان سے جنگ کیوں کر رہے ہیں۔ جواب دیا **الملک عقیم** یعنی یہ مذہبی جنگ نہیں۔ ملکی معاملات کی جنگ ہے یعنی خونِ حضرت عثمان کی۔ (كتاب الناهبة)

(د) ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آج میں آپ کو ایسا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو آج تک کسی نے کسی کو نہ دیا ہو۔ یہ کہہ کر چار لاکھ روپیہ نذر پیش کی جو امام حسن رضی اللہ عنہ نے قبول فرمائی۔ (كتاب الناهبة)

انشاء اللہ یہ پوری بحث آگے آئے گی۔ بہرحال قرآن شریف کی وہ آیت پڑھو اور یہ واقعات دیکھو تو یقین ہوگا کہ ان کی لڑائیاں نفسانی نہ تھیں اللہ کے لئے تھیں:

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی — شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ! — جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ

لہٰذا جو تاریخ جو روایت یہ بتائے کہ ان حضرات کے دلوں میں ایک دوسرے کا حسد تھا ایک دوسرے کو گالیاں دیتے تھے یا ان کے سینے کینے سے بھرے ہوئے تھے وہ تاریخ جھوٹی ہے وہ روایت غلط، وہ راوی غلط گو ہے کیوں کہ قرآن کے خلاف ہے، قرآن انہیں ایک دوسرے پر رحیم و کریم فرما رہا ہے۔ غرض کہ قرآن سچا ہے اور اس کے مقابل تمام روایات تاریخی واقعات جو قرآن کو جھوٹا کریں وہ سب غلط ہیں۔

لطیفہ: ایک سنی اور شیعہ کا مناظرہ ہوا۔ سنی نے شیعہ سے سوال کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمہارے نزدیک اب عذاب میں ہیں یا راحت میں۔ شیعہ نے کہا عذاب میں، سنی نے پوچھا کہ رب فرما رہا ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ (الأنفال: ۳۳/۸) اور اللہ انہیں عذاب نہ دے گا حالانکہ ان میں آپ ہیں۔

جب نبی کا موجود ہونا عذاب نہیں آنے دیتا تو وہ دونوں آغوشِ مصطفیٰ ﷺ میں سو رہے ہیں اور حضور ان کے ساتھ ہیں پھر عذاب کیسے آ گیا نیز یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سبز گنبد میں جہاں

ستر ہزار فرشتہ ہر وقت صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں دوزخ کی آگ پہنچے۔ اگر صدیق وفاروق پر (پناہ بخدا) عذاب قبر ہو رہا ہے تو لازم آئے گا کہ حضور کا گنبد خضرا شریف معاذ اللہ آگ سے بھرا ہو اس پر شیعہ کو خاموش ہونا پڑا۔

نمبر ۱۱: نہایت ضروری اور اشد لازم یہ ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی جنگوں کے متعلق ہم کچھ رائے زنی نہ کریں نہ ان میں سے کسی کو برا سمجھیں۔ سب کو سچا پکا پرہیزگار یقین کریں اور اگر ضرورتاً اس کے متعلق گفتگو کرنا پڑ جائے تو خیال رکھو کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ ؓ اپنے وقت میں خلیفہ برحق تھے ان کے مقابل آنے والے تمام صحابہ کرام غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے اور آپ کے مقابل بغاوت کر بیٹھے جن میں سے بعض حضرات اپنی غلطی پر مطلع ہو کر بعد میں تائب ہوگئے۔ جیسے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور اس سرکار کے ساتھی اور بعض حضرات آخر تک اپنی غلطی سے مطلع نہ ہوسکے۔ جیسے امیر معاویہ ؓ اور ان کے ساتھی مگر ان کی جنگ غلط فہمی کی جنگ تھی۔

باغی وخارجی:۔ باغی وہ مسلمانوں کی جماعت ہے جو خلیفۂ برحق کے مقابل آجائے، کسی غلط فہمی کی بنا پر نہ کہ نفسانی وجہ سے۔ خارجی وہ لوگ ہیں جو خلیفۃ المسلمین کی اطاعت سے فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے نکل جائیں، ان دونوں کے احکام جداگانہ ہیں۔ باغیوں کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ م بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹/۴۹) اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں پس اگر ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پھر اگر لوٹ آئیں تو ان کی صلح کرا دو۔

غرض یہ کہ باغی کو فاسق فاجر وغیرہ نہیں کہہ سکتے انہیں قرآن کریم نے مومن فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے امام حسن ؓ کے متعلق فرمایا کہ "میرا بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے

مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا" اور ایسا ہی ہوا کہ امام حسن ؓ نے امیر معاویہ ؓ سے صلح فرما کر ہزارہا مسلمانوں کا خون بچا لیا۔

خارجی بے دین فاسق فتنہ انگیز شر پسند ہیں۔ حضرت علی ؓ پر خروج کرنے والوں کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا: یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

غرض یہ کہ باغی اور خارجی میں زمین وآسمان کا فرق ہے، یہ فرق ضرور خیال میں رہنا چاہیئے۔ نہروانی لوگ خارجی تھے اور حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں سے غلط فہمی کی بنا پر بغاوت واقع ہوئی۔ پھر جب امام حسن ؓ نے جناب امیر معاویہ ؓ سے صلح کر لی۔ تب امیر معاویہ ؓ امیر المومنین برحق ہوئے یہ ہی مذہب اہل سنت ہے۔

بہر حال جب بھی کسی صحابی کا ذکر ہو تو خیر سے ہو، ان کی عظمت واحترام کا خیال رہے۔ نیز اب چونکہ ہماری اردو اصطلاح میں لفظ باغی بے ادبی کا لفظ مانا جاتا ہے اس لئے اب حضرت امیر معاویہ ؓ یا ان کی جماعت یا کسی صحابی پر یہ لفظ نہ بولا جائے کیوں کہ ہماری اصطلاح میں باغی غدار اور ملک وقوم کے دشمن کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے۔

فضائلِ صحابہ کی آیات واحادیث:۔ فضائل صحابہ کرام میں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ یہ آیات واحادیث دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی خاص صحابی کے حق میں وارد ہوئیں۔ جیسے کہ خلافتِ صدیقی کے بارے میں چار (۴) آیات، صدیق اکبر کے فضائل میں بارہ (۱۲) آیات، فضائل عمر فاروق میں چار (۴)، حضرت علی المرتضی وحسنین کریمین وفاطمۃ الزہرا اور حضرت فضہ کے فضائل میں سورۂ دہر کی پندرہ (۱۵) آیات۔ حضور کی ازواج پاک کے فضائل میں سورۂ احزاب کی آیات۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وعصمت وعفت میں سورۂ نور کی انیس (۱۹) آیات وغیرہ اگر ہم کو اس رسالہ کی طوالت کا اندیشہ نہ

ہوتا تو وہ تمام آیات تفصیل وار مع تفسیر کے لکھتے۔ اب جس کو شوق ہو وہ ہماری "فہرست القرآن" کا مطالعہ کرے۔

دوسری قسم کی وہ آیات و احادیث جو عام صحابہ کرام کے فضائل میں وارد ہیں وہ بھی بہت ہیں، ہم بطور اختصار کچھ آیات پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اپنے رب کا فرمان دیکھیں اور غور کریں کہ رب کریم نے کس شان سے صحابہ کرام کے تقوی، طہارت، ایمان، دیانت، صدق، امانت، عدالت وغیرہ کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

(۱) ﴿ لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (الحدید: ۱۰/۵۷) تم میں وہ برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خیرات کی، جہاد کیا، یہ بڑے درجہ والے ہیں۔ ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خیرات اور جہاد کیا اور اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا۔

(۲) ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ اور رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں ایک دوسرے پر مہربان تم انہیں رکوع سجود کرنے والا دیکھو گے۔

(۳) ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح: ۲۹/۴۸) جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کام کی عبادات ان کے رکوع سجدے ان کا آپس میں رحیم و کریم ہونا وغیرہ کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ہی ان بدبختوں پر کفر کا فتویٰ دیا جو کسی صحابی سے جلے یا نفرت کرے۔ قرآن نے صراحتاً کفر کا فتویٰ صحابی کے دشمن پر دیا ہے اس سے عبرت پکڑنا چاہئے۔

(۴) ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ

اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحشر: ۸/۵۹) صدقات ان فقیر مہاجروں کے لئے ہیں جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گے۔ وہ اللہ کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں اور اللہ کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہ لوگ سچے ہیں۔

اس آیت میں رب نے سارے صحابہ مہاجرین کو اعمال و ایمان کا سچا فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر: ۹/۵۹) اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں گھر بنالیا، دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے۔ اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو سخت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہ ہی کامیاب ہیں۔

اس آیت میں رب نے سارے انصار کے ایمان، سخاوت، مہمان نوازی اور ان کی کامیابی کی گواہی دی۔

(۶) ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ م بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۱۰/۵۹) ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گزرے ایمان کے ساتھ اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کا کینہ نہ ڈال۔ اے رب ہمارے لئے تو رؤف و رحیم ہے۔

اس آیت میں رب نے بعد میں قیامت تک کے مسلمانوں کی پہچان بتائی کہ وہ تمام صحابہ کے دعاگو ہیں اور ان کے سینے صحابہ کے کینوں سے صاف ہیں یعنی مسلمانوں کی کل تین

جماعتیں ہوئیں۔صحابہ مہاجرین،صحابہ انصار اوران سب کے دعا گو خیرخواہ سچے غلام۔اب بتاؤ کسی صحابی سے بغض رکھنے والا کس زمرہ میں ہے صحابہ سے بغض رکھنے والا مسلمانوں کی تینوں جماعتوں سے خارج ہے۔

(۷) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (الأنفال: ۸/۷۴) اورجولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کئے اورجنہوں نے انہیں جگہ دی اوران کی مدد کی۔یہ سب سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اوراچھی روزی۔

اس آیت میں رب نے سارے صحابہ مہاجرین انصار کا نام لے کران کے سچے مومن ہونے اوران کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا اعلان فرمایا:

(۸) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحجرات: ۴۹/۳) بے شک وہ جو رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہ یہ ہیں جن کے دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لئے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

اس آیت میں رب نے تمام حاضرین بارگاہ نبوی یعنی صحابہ کرام کے متقی ہونے اوران کی مغفرت اور بڑے ثواب کا اعلان فرمایا:

(۹) ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الفتح: ۴۸/۲۶) اوررب نے پرہیزگاری کا کلمہ ان سے لازم کردیا اوروہ اس کے اہل تھے اوراللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کے لئے تقویٰ وطہارت ایسی لازم ہے جیسے سورج کے لئے روشنی اورآگ کے لئے گرمی،جیسے آگ ٹھنڈی نہیں ہوسکتی،سورج کالا نہیں ہوسکتا۔ایسے ہی کوئی صحابی فاسق یا غیر عادل نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة: ۹/۱۰۰) اورسب میں اگلے پہلے مہاجروانصار اورجو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اوروہ اللہ سے راضی اوران کے لئے تیار کر رکھے ہیں وہ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں تمام صحابہ کے متعلق تین چیزوں کا اعلان ہوا۔اللہ ان سے راضی ہو چکا، وہ اللہ سے راضی ہو چکے۔جنت اور وہاں کی نعمتیں ان کے نامزد ہو چکیں۔

(۱۱) ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ (البقرة: ۲/۱۳۷) پھر اگر وہ بھی ایسا ہی ایمان لائیں جیسا کہ اے صحابہ تم لائے تو وہ ہدایت پالیں گے۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ وہ ہی ایمان کا مدعی ہدایت پر ہے جو صحابہ کی طرح ایمان رکھتا ہو یعنی صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں۔

(۱۲) ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ﴾ (البقرة: ۲/۱۳) اورجب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا ایمان یہ لوگ (صحابہ کرام) لائے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا احمق لوگ ایمان لائے۔

اس آیت میں یہی فرمایا کہ جس کا ایمان صحابہ کی طرح نہ ہو وہ منافق اورنرا احمق ہے۔

غور کرو کہ ان آیات کی گواہی ہوتے ہوئے کوئی صحابی فاسق فاجر ہوسکتا ہے۔معاذ اللہ!

احادیث

فضائلِ صحابہ میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ان میں سے کچھ بطور اختصار عرض کی جاتی ہیں۔

نمبر ۱:مسلم وبخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ "میرے کسی صحابی کو

برا نہ کہو۔تمہارا پہاڑ بھر سونا خیرات کرنا ان کے سوا سیر جو کے صدقے کے برابر نہیں ہوسکتا نہ اس کے آدھے کے"۔

نمبر۲: مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "تارے آسمان کے لئے امن ہیں اور میں صحابہ کے لئے امن ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امن ہیں"۔ملخصاً۔

نمبر۳: ترمذی شریف میں حضرت جابر سے مروی ے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اس مسلمان کو آگ نہیں چھوسکتی جس نے مجھے دیکھا"۔

نمبر۴: مسلم بخاری نے حضرت عمران ابن حصین سے روایت کی کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت میں سب ے بہتر میرے زمانہ والے پھر اس کے بعد کے لوگ پھر ان کے بعد کے لوگ ہیں یعنی اولاً صحابہ پھر تابعین پھر تبع تابعین"۔

نمبر۵: ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن مفضل سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انہیں اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے میرے صحابہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا"۔

نمبر۶: رزین نے حضرت عمر ابن خطاب سے روایت فرمائی کہ حضور فرمائے ہیں کہ "میرے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے"۔

نمبر۷: ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ نبی ﷺ نے "جب تم انہیں دیکھو جو میرے صحابی کو برا کہتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے شر پر اللہ کی پھٹکار ہو"۔

نمبر۸: دیلمی نے حضرت انس سے روایت کی کہ "جب اللہ کسی کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے دل میں میرے تمام صحابہ کی محبت پیدا فرمادیتا ہے"۔

نمبر۹: خطیب اور دارقطنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "لوگ بڑھیں گے اور صحابہ گھٹیں گے لہذا میرے صحابہ کو برا نہ کہو"۔

نمبر۱۰: طبرانی، حاکم نے عومیر ابن ساعدہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "اللہ نے مجھے پسند فرمایا اور میری صحبت کے لئے میرے صحابہ کو پسند فرمایا۔ان ہی صحابہ میں سے میرے انصار مددگار، وزراء چنے جو انہیں برُا کہے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو۔اللہ تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل کو بھی قبول نہ فرمائے گا"۔اسے خطیب، عقیلی اور امام بغوی، ابونعیم اور ابن عسا کرنے کچھ فرق سے روایت فرمایا۔

نمبر۱۱: دارقطنی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "ایک قوم ہم اہلِ بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گی مگر وہ ایسی نہ ہوگی کیوں کہ وہ ابوبکر وعمر کو برُا کہیں گے"۔یہ روایت حضرت فاطمہ زہرا، ام سلمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی کچھ فرق کے ساتھ مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

نمبر۱۲: طبرانی اور ابویعلی نے حضرت انس سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میرے صحابہ ایسے ہیں جیسے کھانے میں نمک کہ کھانا بغیر نمک کے ٹھیک نہیں ہوتا" (کسی کا ایمان بغیر میرے صحابہ کے ٹھیک نہیں ہوسکتا)

اہلِ بیت اطہار:۔ جیسے نبی کریم ﷺ سارے نبیوں کے سردار ہیں ویسے ہی حضور کے اہلِ بیتِ اطہار تمام اہلِ بیت کے سردار ہیں۔حضور کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار، حضور کے والدین ماجدین تمام نبیوں کے غیر نبی ماں باپ کے سردار، حضور کا شہر مبارک تمام نبیوں کے شہروں سے افضل، حضور کا زمانہ شریف تمام نبیوں کے زمانہ سے افضل غرض کہ سرداری ان کے قدم شریف سے وابستہ ہے جس چیز یا جس شخص کو اس ذات کریم سے نسبت ہوگئی سرداری اس کے دامن سے وابستہ ہوگئی۔اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل میں بہت آیات اور بہت احادیث وارد ہیں جو ہم نے

"فہرست القرآن" میں جمع کی ہیں۔

اولاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حضور کے اہلِ بیت کون ہیں؟ لفظ "اہل" کے لغوی معنی میں "والا" اسی لئے کہا جاتا ہے اہلِ علم، اہلِ دولت، اہلِ ملک وغیرہا۔ یعنی علم والا، دولت والا، ملک والا لہٰذا اہلِ بیت کے معنی ہوئے گھر والے، اسی "اہل" سے "آل" بنا یہ بھی "اہل" کے معنی میں ہی ہے مگر "اہل" کی نسبت انسان، گھر، علم، دولت سب کی طرف ہو جاتی ہے۔ مگر "آل" کی نسبت صرف دنیاوی یا دینی عزت و وجاہت والے انسان کی طرف ہی ہوتی ہے۔ اصطلاح میں "آل" بیوی بچوں کو بھی کہا جاتا ہے اور خاص خدام کو بھی، قرآن کریم نے حضرت عمران کی بیوی بچوں کو "آلِ عمران" فرمایا کہ بلکہ ایک سورۃ کا نام "آل عمران" رکھا گیا جس میں عمران کی بیوی حنہ اور عمران کی بیٹی حضرت مریم کا ذکر ہے اور فرعون کی پولیس و خدام کو قرآن نے "آلِ فرعون" فرمایا۔ فرماتا ہے: ﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲/۴۹) اور جب ہم نے تم کو فرعون کی آل سے نجات دی۔

فرعون لاولد تھا لہٰذا یہاں "آلِ فرعون" سے مراد اس کے خدام ہی ہیں۔ اصطلاح میں "اہلِ بیت" گھر والوں کو کہا جاتا ہے۔ "اہلِ بیت نبی" کے معنی ہیں۔ نبی کے گھر والے، پھر گھر والا ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کے گھر ہی میں پیدا ہوں اور گھر ہی میں رہیں۔ جیسے حضور کے چاروں فرزند ارجمند طیب، طاہر، قاسم، ابراہیم۔ دوسرے یہ کہ نبی کے گھر میں پیدا ہوں مگر پھر بعد میں دوسرے گھر میں رہیں۔ جیسے حضور کی چاروں صاحبزادیاں زینب، کلثوم، رقیہ، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن کہ حضور کے گھر میں پیدا تو ہوئیں مگر نکاح کے بعد اپنے سسرال میں رہیں۔ حضرت زینب ابوالعاص کے، رقیہ و کلثوم عثمان ابن عفان کے گھر، فاطمہ زہرا علی مرتضیٰ کے گھر رضی اللہ عنہم۔ ان دونوں کو "اہلِ بیتِ ولادت" کہا جاتا ہے۔ تیسرے وہ جو پیدا اور جگہ ہوں مگر بعد میں حضور کے گھر میں رہیں۔ جیسے حضور کی ازواج مطہرات کہ ان کی ولادت اپنے والدین کے گھر ہوئی مگر حضور کے نکاح میں آ کر حضور کے گھر میں رہیں انہیں "اہلِ بیتِ سکونت" کہتے

ہیں۔ یہ تینوں قسم کے حضرات "اہلِ بیتِ رسول" ہیں۔ ہماری اردو محاورہ میں بھی تمام بیوی بچوں کو اہلِ بیتِ خانہ یا عیال واطفال یا گھر والے کہا جاتا ہے۔

لہٰذا حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تمام اولاد، صاحبزادے، صاحبزادیاں اور تمام ازواج حضور کے اہلِ بیت ہیں۔ (تفسیر کبیر، مرقاۃ، اشعۃ اللمعات وغیرھا)

ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیتِ نبوت ہونے پر قرآن کی بہت سی آیات ناطق ہیں اور بہت احادیث صحیحہ وارد ہیں لہٰذا ازواج پاک کے اہلِ بیت ہونے کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ﴾ (آل عمران: ۳/۱۲۱) اور یاد کرو اے حبیب جب آپ صبح کو اپنے دولت خانہ سے چلے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے۔

حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اُحد کی طرف تشریف لے گئے تھے، رب نے اسے (اھلک) فرمایا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اہلِ بیتِ نبی ہیں۔

(۲) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الأحزاب: ۳۳/۳۳) اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم کو ہر ناپاکی سے دور رکھے اور تمہیں خوب پاک وستھرا کرے۔

اس سارے رکوع میں ازواج پاک سے خطاب ہو رہا ہے۔ اس آیت سے آگے بھی انہیں سے خطاب ہے اور اس کے پہلے بھی اگر اس آیت میں صرف حضرت فاطمہ و حسنین کریمین ہی شامل ہوں، ازواج خارج ہوں تو کلامِ ربانی میں ایسی بے ترتیبی ہو جائے گی جس کا حل ناممکن ہوگا۔

(۳) ﴿فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ (القصص: ۲۸/۸) تو انہیں اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو۔

نہر سے حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا، آپ فرعون کی بیوی تھیں۔ رب

نے انہیں آلِ فرعون کہا۔ معلوم ہوا کہ قرآنی اصطلاح میں بیوی بھی آل ہے۔

(۴) ﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ (الأنبياء: ۲۱/۷۶) پس ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بری مصیبت سے نجات دی۔

اس آیت میں نوح علیہ السلام کے سب مومن بیوی بچوں کو ان کی اہل فرمایا۔

(۶) ﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ (هود: ۱۱/۷۳) بولیں ہائے خرابی کیا میرا بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بوڑھے۔ بے شک یہ اچنبے کی بات ہے فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبا کرتی ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو بے شک وہ ہی خوبیوں والا اور عزت والا ہے۔

اس آیت میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ ہیں۔ اہلِ بیت فرمایا معلوم ہوا کہ ابراہیم کی بیوی ان کی اہلِ بیت ہیں۔

یہ آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ قرآن میں بے شمار آیات ہیں جن میں بیوی کو آل یا اہلِ بیت فرمایا گیا۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی گئی تو سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا:
"مَاعَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا" (بخاری) میں اپنے گھر والوں پر بھلائی ہی جانتا ہوں۔

کوئی آیت یا کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں فرمایا گیا ہو کہ صرف اولاد اہلِ بیت ہیں، بیویاں اہلِ بیت نہیں۔ یہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ حدیثِ کساء جس سے دھوکا ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق دوسرے باب میں ہوگی انشاء اللہ۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ تمام ازواج پاک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہما بڑی شان والی ہیں کہ جب ازواج بولا جائے تو فوراً انہیں کی طرف ذہن دوڑتا ہے اور اولاد شریف میں حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حسنین سب سے اعلیٰ شان والے ہیں کہ جب اہلِ بیت بولا جائے تو یہ ہی حضرات سمجھ میں آتے

ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دو بیویوں کے سوا اور کوئی حضور کی زوجہ ہی نہ ہو یا ان حضرات کے سوا حضور کی اور کوئی اولاد اہلِ بیت ہی نہ ہو۔

اہلِ بیت کے فضائل:۔ نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کے فضائل آسمان کے تاروں اور زمین کے ذروں کی طرح بے شمار ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ جب حضرت جابر کے دستر خوان سے حضور ہاتھ پونچھ لیں تو وہ دستر خوان آگ میں نہ جلے تو وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا و حسنین کریمین طاہرین جن کا خمیر خونِ خیر الرسل سے ہے۔ ان کا کیا پوچھنا اور وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کے سینہ شریف پر حضور کا وصال ہوا اور جن کے حجرے میں حضور قیامت تک کے لئے آرام فرما ہوں۔ ان کا کیا کہنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عظمت تو دیکھو کہ ادھر پنجتن پاک میں شامل ادھر چار یار میں داخل ایک ہاتھ اہلِ کساء میں ہے تو دوسرا ہاتھ خلفائے راشدین میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نسلِ مصطفیٰ ﷺ کی اصل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے سے ولایت تقسیم ہوتی ہے۔ علی ہی مشکل کشا ہیں۔

اہلِ بیت کرام کے فضائل میں دو قسم کی آیات و احادیث وارد ہوئیں۔ ایک وہ جو کسی خاص ہستی کے لئے آئیں دوسری وہ جو عام اہلِ بیت کے لئے وارد ہوئیں۔ ہم اختصار کے ساتھ دونوں قسم کی کچھ آیات و احادیث پیش کرتے ہیں، سنو اور ایمان تازہ کرو۔

(۱) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الأحزاب: ۳۳/۳۳) اللہ ہی چاہتا ہے کہ تم گندگی سے دور رکھے اے نبی کے گھر والو اور تمہیں خوب پاک ستھرا رکھے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے اہلِ بیت کو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے پاک رکھا۔ نبی ﷺ فاطمہ زہرا کے جسم اطہر کو سونگھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کے جسم اطہر سے جنت کی خوشبو آتی ہے (مبسوط سرخسی) اسی لئے آپ کو زہرا کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی اور اسی آیت سے لفظ پنجتن پاک لیا گیا ہے کہ کساء کی حدیث سے پنجتن لیا گیا۔ کیوں کہ کمبل شریف میں پانچ تن

ہی تھے۔ نبی ﷺ، فاطمہ زہرا، علی مرتضٰی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور پاک اس آیت سے لیا گیا۔

(۲) ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ: ۲۳/۴۲) اے محبوب فرمادو کہ میں تم سے نبوت پر اجرت نہیں مانگتا۔ سوا قرابت کی محبت کے۔

معلوم ہوا کہ جس نے اہلِ بیت سے محبت نہ کی۔ اس نے نبی کا حق ہی ادا نہ کیا۔ رب تعالیٰ نصیب فرمادے۔

(۳) ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلاَ تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳/۳) اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور الگ الگ نہ ہو۔

"صواعق محرقہ شریف" میں فرمایا کہ "حَبْلُ اللّٰهِ" حضور کے اہلِ بیت کرام ہیں۔ ان کا دامن مضبوطی سے پکڑنا نجات کا ذریعہ ہے اور بھی اس کی تفسیر میں بہت سے قول ہیں۔

(۴) ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ﴾ (آل عمران: ۶۱/۳) پس فرمادو کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے بچوں اپنی اپنی عورتوں اپنی اپنی جانوں کو بلائیں۔

اس آیت میں علی مرتضی فاطمہ زہرا حضرات حسنین کریمین کی ایسی چمکتی ہوئی منقبت ہے کہ جس سے ایمان چمک جاتا ہے کیوں کہ علی مرتضی کو حضور نے اپنا نفس بتایا حسنین کریمین کو اپنا بیٹا، فاطمہ زہرا کو نساء میں شامل فرمایا۔ سرکار ان ہی چار کو لے کر نجران والوں کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے تشریف لے گئے۔

(۵ تا ۲۱) ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْراً﴾ (سورہ دہر کی ۱۵/۷۶ آیات) یہ حضرات نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت پھیلنے والی ہے۔

یہ پندرہ آیات حضرت علی، فاطمہ زہرا، حسنین کریمین، فضہ رضی اللہ عنہم کے فضائل میں اُتریں جب کہ ان بزرگوں نے حسنین کریمین کی بیماری کے موقعہ پر تین روزوں کی منت مانی اور شفا ہونے پر روزے رکھے۔ بوقت افطار ایک ایک روٹی کے حساب کھانا پکایا مگر افطار کے وقت

ایک دن مسکین، دوسرے دن یتیم، تیسرے دن قیدی بھوکا آگیا، ان بزرگوں نے روٹیاں اسے دے دیں اور خود بھوکے سو گئے۔ اس پر یہ آیات اُتریں جن میں ان بزرگوں کی ایسی شان بیان کی گئی کہ سبحان اللہ (خازن، روح البیان، خزائن العرفان وغیرہ)

(۲۲) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ (الأنفال ۳۳/۸) اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

احادیث شریفہ:۔ اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث آتی ہیں کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

نمبر۱: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "میں نے رب سے عہد لے لیا ہے کہ اپنی امت میں سے جس سے میں نکاح کروں یا جس کے ساتھ اپنی اولاد کا نکاح کروں، وہ میرے ساتھ جنت میں ہو" (طبرانی، حاکم عن أبی ہریرہ)

نمبر۲: فرماتے ہیں ﷺ کہ "میں نے رب سے عہد لے لیا۔ کہ میرا اہلِ بیت کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے"۔ (أبوالقاسم عن عمران ابن حصین)

نمبر۳: فرماتے ہیں ﷺ کہ "جس نے میرے اہلِ بیت سے کوئی سلوک کیا اس کا بدلہ قیامت میں اسے میں دوں گا"۔ (ابن عساکر عن علی المرتضی)

نمبر۴: "میرے اہلِ بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس پر سوار ہوگیا نجات پاگیا جو الگ رہا ڈوب گیا"۔ (حاکم عن أبی ذر)

نمبر۵: "اس پر خدا کا غضب ہو جو میرے اہلِ بیت کو ستا کر مجھے دکھ پہنچائے" (دیلمی عن أبی سعید)

نمبر۶: "جو میرے اہلِ بیت سے جنگ کرے میں اس کے مقابل ہوں اور جو ان سے صلح کرے میں اس سے صلح میں ہوں"۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

نمبر۷: "جو مجھ سے اور حسن وحسین سے ان کی ماں ان کے باپ سے محبت کرے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا"۔(ترمذی، أحمد عن علی المرتضی)

نمبر۸: "اولادِ عبدالمطلب جنتیوں کے سردار ہیں۔ میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین، مہدی"۔ (ابن ماجه، حاکم عن أنس)

نمبر۹: "قیامت میں سارے نسب اور سسرالی رشتہ ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے نسب اور میرے سسرالی رشتہ کے"۔(أحمد، حاکم عن مسور ابن مخرمة)

نمبر۱۰: "اللہ نے فاطمہ اور اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرمادیا"۔(بزار، أبویعلی، طبرانی عن أبی مسعود)

نمبر۱۱: فرمایا ﷺ نے کہ "قیامت میں اعلان ہوگا کہ اے اہلِ محشر سر جھکا لو آنکھیں بند کر لو۔ صراط پر فاطمہ بنت محمد ﷺ گزرنے والی ہیں۔ پھر فاطمہ زہرا ستر ہزار حوروں کے ہمراہ بجلی کی کوند کی طرح گزر جائیں گی"۔(أخرجه أبوبکر فی الغیابات عن أبی أیوب، الصواعق المحرقة)

نمبر۱۲: فرماتے ہیں ﷺ ہم سب سے پہلے اپنے اہلِ بیت کی شفاعت کریں گے پھر اقرب فالاقرب کی۔(طبرانی عن ابن عمر)

اور بھی بے شمار احادیث ہیں مگر استدلال کے لئے اتنی ہی کافی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے تمام اہلِ بیتِ اطہار اور صحابہ کبار کی سچی غلامی نصیب کرے۔

پہلا باب

امیر معاویہ ؓ کے حالات

امیر معاویہ کا نسب:۔ آپ کا نام معاویہ کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور ماں کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور انور ﷺ سے مل جاتے ہیں۔

والد کی طرف سے نسب یہ ہے۔ معاویہ (ابوعبدالرحمٰن) ابن صخر (ابوسفیان) ابن حرب ابن امیہ بن عبدشمس ابن عبدمناف۔ ماں کی طرف سے سلسلہ یہ ہے کہ معاویہ ابن ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدشمس ابن عبدمناف۔

عبدمناف نبی کریم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں کیوں کہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدمناف ہیں۔ امیر معاویہ ؓ عبدمناف میں حضور سے مل جاتے ہیں لہٰذا امیر معاویہ ؓ نسبی لحاظ سے حضور ﷺ کے قریبی اہلِ قرابت میں سے ہیں۔

سسرالی رشتہ:۔ امیر معاویہ ؓ نبی کریم ﷺ کے حقیقی سالے ہیں کیوں کہ ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان جو حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں وہ امیر معاویہ کی حقیقی بہن ہیں۔ اس لئے امیر معاویہ ؓ حضور ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بھی ہیں لہٰذا ان کا حضور سے دوہرا رشتہ ہوا۔ نسبی اور سسرالی "مثنوی شریف" میں امیر معاویہ کو تمام مومنوں کا ماموں فرمایا اس کے یہ ہی معنی ہیں۔

امیر معاویہ ؓ کی ولادت:۔ امیر معاویہ ؓ کی پیدائش کی صریح روایت دیکھنے میں نہیں آئی مگر حساب سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کی پیدائش حضور ﷺ کے ظہورِ نبوت سے آٹھ سال پہلے مکہ میں ہوئی۔ کیوں کہ آپ کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی اور حضور کی ہجرت نبوت کے تیرہ (۱۳) سال بعد ہوئی اور ۱۰اھ میں سرکار ﷺ کی وفات شریف ہے اس حساب سے امیر معاویہ کی پیدائش نبوت کے ظہور سے ۸ سال پہلے ہونی چاہئے۔

امیر معاویہ ؓ کا اسلام:۔ صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ ؓ خاص صلح حدیبیہ کے دن ۷ھ میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رہے پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے وہ ظہورِ ایمان کے لحاظ سے کہا۔ جیسے حضرت عباس ؓ در پردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا حالانکہ آپ

قدیم الاسلام تھے۔ بلکہ بدر میں بھی کفارمکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھےاس لئے نبی ﷺ نے ارشادفرمادیا تھا کہ کوئی مسلمان عباس رضی اللہ عنہ کوقتل نہ کرے وہ مجبوراًلائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جوامام احمد نے امام باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمایا کہ امام باقر سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سرشریف کے بال کاٹے مروہ پہاڑ کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری نے روایت طاؤس عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ حضور کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۂ قضا میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۸ھ میں ہوا کیوں کہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے قران کیا تھا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے حج الوداع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سرمنڈایا تھا۔ ابوطلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہ کا یہ حضور کے سرشریف کے بال تراشنا عمرۂ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

اور عذر و مجبوری اور ناواقفیت کی حالت میں ایمان ظاہر نہ کرنا جرم نہیں۔ کیوں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قریبا چھ برس اپنا ایمان ظاہر نہ کیا مجبوری کی وجہ سے نیز اس وقت ان کو یہ نہ معلوم تھا کہ اسلام کا اعلان ضروری ہے لہٰذا اس ایمان کے مخفی رکھنے میں نہ امیر معاویہ پر اعتراض ہوسکتا ہے نہ حضرت عباس پر رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ فتح مکہ کے مومنین میں سے ہیں نہ مؤلفۃ القلوب میں سے۔

ایک شبہ اوراس کا ازالہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے حضور ﷺ نے فتح ہونے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمائے اگر آپ مؤلفۃ القلوب میں سے نہ تھے تو یہ سرکاری عطیہ انہیں کیوں دیا گیا اور جب

آپ مؤلفہ القلوب میں سے ہیں تو آپ فتح مکہ کے مومنوں میں سے ہوئے نہ کہ پہلے اسلام والوں میں سے۔

جواب:۔ یہ ہے کہ حضور کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ عطا شاہی عطیہ تھا نہ کہ تالیفِ قلوب کی بنا پر جیسے کہ حضور نے بحرین کے مال آنے پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا روپیہ عطا فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھا بھی نہ سکے۔ اس عطیہ خسروانہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہوں غرض کہ عطایا نبویہ اور ہیں اور تالیفِ قلب کچھ اور چیز۔ امیر معاویہ کو یہ عطیہ پہلی قسم سے ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ امیر معاویہ کو یہ عطیہ حضرت ابوسفیان کی زیادتی تالیفِ قلب کا باعث بن گیا ہو جیسے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اعلان فرمادیا تھا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے امان ہے گویا ابوسفیان کا گھر دارالامان بنادیا۔ حضرت ابوسفیان کے تالیف قلب کے لئے (تطہیر الجنان)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم کیسے بنے؟:۔ آپ کے دمشق کا حاکم بننے کا واقعہ یہ ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام پر لشکرکشی کی تو شام کا حاکم امیر معاویہ کے بھائی یزید ابن ابی سفیان کو مقرر فرمایا۔ اتفاقاً امیر معاویہ اپنے بھائی کے ساتھ شام گئے جب زید ابن ابی سفیان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے امیر معاویہ کو اپنی جگہ حاکم مقرر کردیا۔ یہ تقرر عہد فاروقی میں ہوا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس تقرر کو جائز رکھا۔ چنانچہ امیر معاویہ خلافت فاروقی میں اور پورے عہد عثمان میں اس گورنری کے عہدے پر بیس (۲۰) سال تک فائز رہے پھر عہدِ علی مرتضٰی میں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے خونِ عثمان کے بدلہ کا مطالبہ کیا اور عرض کیا کہ سب سے پہلے ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر معاویہ نے حضرت علی مرتضٰی سے بغاوت کردی اور شام کے مستقل امیر بن گئے پھر امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ خلافت فرما کر امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمالی اور امیر معاویہ تمام مملکتِ اسلامیہ کے امیر ہوگئے غرض کہ آپ عہدِ فاروقی و عثمانی میں بیس سال تک حاکم رہے اور بعد میں بیس (۲۰) سال تک امیر کل چالیس (۴۰) سال حکومت کی اس کا کچھ ذکر دوسرے باب میں آئے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات:۔ امیر معاویہ کی وفات ۴ رجب ۶۰ ھ میں مقام دمشق میں لقوہ کی بیماری سے ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔ بعض مؤرخین نے ۸۰، بعض نے ۸۸، بعض نے ۸۶ برس بھی لکھی ہے مگر قول اول زیادہ قوی ہے۔ "اکمال فی اسماء الرجال" مصنفہ صاحب مشکوٰۃ میں جو آپ کی عمر ۴۸ سال لکھی ہے۔ وہ کاتب کی غلطی ہے کہ کاتب بجائے **ثمان و سبعون** کے **ثمان و اربعون** لکھ گیا ہے یا اس سے حکومت کی مدت مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

امیر معاویہ مرضِ وفات میں بار بار کہتے تھے کہ کاش میں قریش کا معمولی انسان ہوتا جو ذی طویٰ گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑ گیا اور بوقتِ وفات وصیت فرمائی کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن شریف ہیں وہ بعد غسل کفن کے اندر میری آنکھوں میں رکھ دیئے جائیں اور کچھ بال مبارک اور حضور کا تہمند، حضور کی چادر اور قمیص شریف ہے۔ مجھے حضور کی قمیض میں کفن دینا۔ حضور کی چادر لپیٹنا، حضور کا تہمند مجھے باندھ دینا اور میری ناک کان وغیرہما پر حضور کے بال شریف رکھ دینا۔ پھر مجھے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کے سپرد کر دیا۔

امیر معاویہ کی لیاقت و قابلیت:۔ امیر معاویہ نہایت دیانتدار، سخی، سیاستدان قابل حکمران وجیہہ صحابی تھے۔ آپ نے عہد فاروقی و عہد عثمان میں نہایت قابلیت سے حکمرانی کی آپ کی حکومت میں نہایت آسانی سے مالیہ وصول ہو جاتا تھا جو مدینہ منورہ پہنچا دیا جاتا تھا۔ عمر فاروق و عثمان غنی آپ سے نہایت خوش رہے۔ عمر فاروق نہایت محتاط اور حکام پر سخت گیر تھے۔ ذرا سے قصور پر حکام کو معزول فرما دیتے تھے، معمولی سی گرفت پر حضرت خالد ابن ولید جیسے جرنیل کو معزول فرما دیا مگر اس کے باوجود امیر معاویہ کو برقرار رکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ سے اتنی دراز مدت حکومت میں کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی۔

امیر معاویہ کے فضائل:۔ امیر معاویہ کے فضائل دو طرح کے ہیں۔ ایک عمومی، دوسرے

خصوصی۔ عمومی فضائل یہ ہیں کہ وہ جلیل نشان، عظیم المرتبت صحابیٔ رسول ہیں، لہٰذا صحابہ کے جس قدر فضائل و درجات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ان سب میں امیر معاویہ داخل ہیں۔ رب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کل صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما چکا۔ ان کے لئے تقویٰ طہارت لازم فرما دی، وہ سب سچے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو چکا، وہ اللہ سے راضی ہو چکے۔ وہ بڑے کامیاب ہیں، ان سے جلنے والے عناد رکھنے والے کفار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جن کی آیات مقدمہ میں گزر چکیں ان سب میں امیر معاویہ یقیناً داخل ہیں۔

نیز امیر معاویہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی عزیز اور سسرالی قرابت دار ہیں لہذا جو آیات حضور کے اہلِ قرابت کے متعلق نازل ہوئیں۔ ان سب میں امیر معاویہ شامل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر مراتب و درجات صحابہ کرام یا اپنے اہلِ قرابت کے بیان فرمائے ان سب میں بھی امیر معاویہ شامل ہیں۔ فرمایا "میرے سارے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔ "میرے صحابہ کا سوا سیر جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے"۔ "میرے صحابہ سے جس نے بعض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی" وغیرہ وغیرہ۔ یہ احادیث بھی مقدمہ میں گزر چکیں، ان سب میں امیر معاویہ شامل ہیں۔ اگر امیر معاویہ کے اور کوئی خصوصی فضائل حدیث و قرآن میں نہیں وارد ہوئے۔ وہ بھی عظمت والے اور واجب احترام ہیں۔ ان پر ہمارا ایمان ہے کہ خود نبوت عظیم الشان درجہ ہے۔ ایسے ہی صحابہ کے متعلق عقیدہ رکھنا چاہئے۔

ضروری نوٹ:۔ پیغمبر کی قرابت داری مومن کے لئے درجات کا باعث ہے لہذا ابولہب، ابوجہل وغیرہ۔ اس سے علیحدہ ہیں کہ اگرچہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے تعلق رکھتے ہیں مگر کافر ہیں جیسے کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا ہونے کے باوجود ہلاک ہوگیا۔ امیر معاویہ مومن، عادل، ثقہ صحابی ہیں لہٰذا ان کے لئے حضور کی قرابت بڑے درجات کا باعث ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل:۔ صحابیت اور قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امیر

معاویہ میں بے شمار خصوصی فضائل ہیں جن میں سے کچھ عرض کئے جاتے ہیں۔

نمبر ا: امیر معاویہ ؓ نبی کریم ﷺ کے کاتبِ وحی بھی اور کاتبِ خطوط بھی تھے یعنی جو نامہ و پیام سلاطین وغیرہ سے حضور فرماتے تھے وہ امیر معاویہ ؓ سے لکھواتے تھے۔ چنانچہ مسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ ؓ حضور کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ امیر معاویہ حضور ﷺ کے کاتبین میں سے تھے۔ نہایت خوشخط فصیح، بلیغ، حلم وقار والے، امام مداینی نے فرمایا کہ زید ابن ثابت وحی لکھتے تھے اور امیر معاویہ حضور کے دیگر خطوط جو اہلِ عرب وسلاطین کو لکھے جاتے تھے وہ لکھتے تھے (یعنی اکثر لکھتے ہیں) امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کے امین تھے، امام مفتی حرمین احمد ابن محمد ملبری نے "خلاصة السير" میں فرمایا کہ حضور ﷺ کے کل کاتب تیرہ (۱۳) تھے۔ خلفاء راشدین، عامر ابن فہیرہ، عبداللہ ابن ارقم، ابی بن کعب، ثابت ابن قیس ابن شماس، خالد ابن سعید ابن العاص، ابن ربیع السلمی، زید ابن ثابت، معاویہ ابن ابی سفیان، شرجیل ابن حسنہ۔ لیکن ان سب میں معاویہ اور زید زیادہ یہ کام کرتے تھے۔ امام احمد ابن محمد قسطلانی نے "شرح بخاری" میں فرمایا کہ معاویہ ابن ابوسفیان حضور کے کاتبِ وحی رہے۔

نمبر۲: امیر معاویہ مجتہدین صحابہ میں سے ہیں اور عالم خصوصاً مجتہد صحابی بڑے اشرف واعلیٰ مانے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس سے کہا گیا کہ امیر معاویہ کو کیا ہو گیا کہ وہ ایک رکعت ہی وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کرتے ہیں وہ فقیہہ ہیں یعنی مجتہد۔ اسی "بخاری" میں دوسری روایت میں ہے کہ امیر معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھی، اس وقت امیر معاویہ کے پاس عبداللہ ابن عباس کے ایک غلام حاضر تھے انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے یہ شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو وہ عظیم المرتبہ صحابی رسول ہیں۔

خیال رہے کہ عبداللہ ابن عباس علوم کے دریا، حبر الامہ، ترجمانِ قرآن حضرت علی ؓ کے خاص اصحاب میں سے ہیں انہیں کو علی ؓ نے خوارج سے مناظرہ کے لئے بھیجا تھا۔ جب

ایسے جلیل القدر صحابی رسول امیر معاویہ کو مجتہد اور فقیہہ فرما رہے ہیں تو اب انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

نوٹ:۔ یہ احادیث امام ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہیں کہ وتر ایک رکعت نہیں تین رکعت ہیں کیوں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام وتر تین رکعت پڑھتے تھے ورنہ امیر معاویہ کے ایک رکعت پڑھنے پر تعجب نہ ہوتا یہ ہماری دلیل ہے۔ (فافہم)

نمبر۳: امیر معاویہ کے فضائل میں بہت سی احادیث شریفہ وارد ہیں۔ امام احمد ابن حنبل نے اپنے "مسند شریف" میں عرباض ابن ساریہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "خدایا معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا"۔

"ترمذی شریف" میں عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مدنی نے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے "اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا (ہادی مہدی) اور معاویہ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے"۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

حافظ حارث ابن اسامہ نے ایک بہت لمبی حدیث روایت فرمائی جس میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے فضائل ہیں اس میں یہ بھی ہے۔ "وَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَعْلَمَ أُمَّتِي وَأَجْوُدُهَا" یعنی معاویہ میری امت کے بڑے علم، حلم اور سخاوت والے ہیں (تطهير الجنان) محبّ طبری نے اپنی "سیر" میں ایک بہت طویل حدیث نقل فرمائی جس میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ کے فضائل مروی ہیں اس کے آخر میں یہ بھی ہے۔ "وَ صَاحِبُ سِرِّي مَعَاوِيَةُ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ" یعنی میرے صاحب اسرار میں سے معاویہ ابن ابی سفیان ہیں جس نے ان تمام سے محبت کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا۔ (تطهير الجنان)

حافظ امام ہیثمی نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ ایک بار حضور ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ آپ معاویہ کا سر اپنی گود میں

لئے بیٹھی ہیں اوران کو بار بار چوم رہی ہیں تو سرکار نے فرمایا کہ "اے ام حبیبہ! کیا تم معاویہ سے محبت کرتی ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہ محبت کروں کہ یہ میرا بھائی ہے۔حضور نے فرمایا کہ "اللہ ورسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں"۔(تطھیر الجنان)

ابوبکر ابن ابی شیبیہ نے امیر معاویہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ مجھے ایک بار حضور نے ارشاد فرمایا کہ "اے معاویہ! اگر تم بادشاہ ہوتو بھلائی کرنا" جب سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ مجھے سلطنت ملے گی (کیوں کہ حضور ﷺ کی زبان کن کی کنجی ہے)

ابویعلی نے امیر معاویہ سے روایت کی کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے معاویہ! اگر تم حاکم بنوتو اللہ سے ڈرنا اور عدل وانصاف کرنا"۔اسی کے قریب قریب کچھ فرق سے یہ ہی روایت "مسند امام احمد" بھی ہے۔

طبرانی نے "اوسط" میں امیر معاویہ سے روایت کی کہ حضور نے مجھ سے فرمایا "اے معاویہ! اگر تم حاکم بنوتو مجرموں کو حتی الامکان معافی دینا نیک کاروں سے نیکی قبول کرنا"۔غرض کہ یہ روایت مختلف طریقوں سے سب کتابوں میں ہے اگر کوئی روایت ان میں سے ضعیف بھی ہوتو حرج نہیں کہ فضائل میں حدیث شریف ضعیف بھی قبول ہے۔

نمبر۴: تمام علماء محدثین اور صحابہ نے امیر معاویہ کی ثناوصفت فرمائی چنانچہ امام قسطلانی نے "شرح بخاری" میں فرمایا معاویہ بڑے مناقب اور بڑے خوبیوں والے ہیں "شرح مسلم" میں ہے کہ امیر معاویہ اعدل فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے ہیں۔امام یافعی نے فرمایا کہ معاویہ حلیم کریم، عاقل کامل بہت رائے سلیم والے تھے۔گویا انہیں قدرت نے ملک رانی کے لئے پیدا فرمایا تھا۔تمام محدثین ان کے نام کے ساتھ ؓ لکھتے رہے۔عبداللہ ابن عباس نے انہیں مجتہد وفقیہہ صحابی فرمایا جیسا کہ بخاری کی روایت سے گزرگیا۔"نہایہ جذریہ" میں عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے معاویہ کی طرح سمجھ دار اور سخی نہ دیکھا۔قاضی عیاض نے روایت کی کہ کسی نے معانی ابن عمران سے کہا کہ کیا عمر ابن عبدالعزیز معاویہ ؓ سے بہتر ہیں تو آپ غصہ ہوگئے

اورفرمانے لگے کہ حضور ﷺ کے صحابی پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔معاویہ ؓ حضور ﷺ کے صحابی، حضور ﷺ کے سالے، کاتبِ وحی اور حضور ﷺ کے امین ہیں۔

کسی نے عبداللہ ابن مبارک ؓ سے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! معاویہ اور عمر ابن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار جو حضور کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ عمر ابن عبدالعزیز سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے کیوں نہ ہو کہ معاویہ ؓ نے حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔خیال رہے کہ عبداللہ ابن مبارک وہ بزرگ ہیں جن کے علم، زہد، تقویٰ اور امانت پر تمام امتِ رسول متفق ہے اوران سے خضر علیہ السلام ملاقات فرماتے تھے۔

حضرت عمر ؓ نے امیر معاویہ کی بہت موقع پر تعریفیں فرمائیں۔انہیں دمشق کا حاکم مقرر کیا اور کبھی معزول نہ فرمایا۔اگر آپ تھوڑی سی لغزش بھی ملاحظہ فرماتے تو فوراً معزول فرما دیتے جیسے کہ معمولی شکایت پر سعد ابن ابی وقاص یا خالد ابن ولید جیسی بزرگ ہستیوں کو معزول فرما دیا۔اسی طرح عثمان غنی نے اپنے پورے زمانۂ خلافت میں امیر معاویہ کو حکومت کے عہدے پر بحال رکھا۔یہ ان بزرگ صحابہ کی طرف سے امیر معاویہ کی انتہائی عظمت وامانت کا اقرار واعلان ہے۔

حضرت علی ؓ نے بہت سے موقع پر امیر معاویہ ؓ کی تعریف فرمائی چنانچہ طبرانی نے بسند صحیح روایت فرمائی کہ کسی نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ صفین کے زمانہ میں امیر معاویہ ؓ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا قَتْلَانَا وَ قَتْلَا مُعَاوِيَةَ فِيْ الْجَنَّةِ ہمارے اور معاویہ کے مقتولین سب جنتی ہیں۔نیز سیدنا علی ؓ نے امیر معاویہ ؓ کے متعلق ارشاد فرمایا اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ہم بغاوت کر بیٹھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام بخاری نے اپنی "تاریخ" میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے معاویہ سے بہتر کوئی حکومت کے لائق نہ دیکھا۔حضرت عمر ؓ جب

شام میں داخل ہوئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان وشوکت اور بڑا جرار لشکر دیکھا تو فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے کسریٰ ہیں۔(تطہیر الجنان)

امام اعمش جو اجلہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو کہتے کہ وہ امام مہدی ہیں۔(تطہیر الجنان)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۷ ماہ خلافت فرما کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی اور ان کا سالانہ وظیفہ اور نذرانے قبول فرمائے اگر امیر معاویہ میں معمولی فسق بھی ہوتا تو امام حسن رضی اللہ عنہ سر دے دیتے مگر ان کے ہاتھ یں ہاتھ نہ دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل شریف کی تعریف فرمائی تھی کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بری جماعتوں میں صلح فرمائے گا"۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اس صلح کے وقت عاقل، بالغ، سمجھدار تھے مگر ان سرکار رضی اللہ عنہ نے بھی اس صلح پر اعتراض نہ فرمایا کہ اس میں خود بھی داخل ہوگئے اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کچھ عیب رکھتے ہوتے تو یزید مردود کی طرح آپ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آجاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نگاہِ امام حسین رضی اللہ عنہ میں یزید فاسق فاجر ظالم وغیرہ تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، ثقہ، متقی، لائق بیعت امارت تھے۔ اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان پر زبان طعن دراز کرے۔

نمبر۵: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑے جلیل القدر صحابہ سے احادیث روایت کیں جو تمام محدثین نے قبول کیں اور اپنی کتب میں لکھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں اور احادیث نقل کیں۔ خیال رہے کہ فاسق کی روایت ضعیف ہوتی ہے یعنی قابل قبول نہیں ہوتی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وغیرہم سے احادیث نقل کیں اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ ابن

زبیر رضی اللہ عنہما، جریر ابن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ، معاویہ ابن خدیج رضی اللہ عنہ، سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ، نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہما، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابولامہ ابن سہل رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ وفقیہہ ومجتہدین صحابہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جبیر، ابوادریس خولانی، سعید ابن مسیّب، خالد ابن معدان، ابوصالح سمان، ہمام ابن عتبہ، عبداللہ ابن حارث، قیس ابن ابی حازم جیسے جلیل القدر تابعین علماء وفقہا نے روایاتِ حدیث لیں اور قبول کیں۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں فسق وظلم وغیرہ کا شائبہ بھی ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایت حدیث نہ کرتے۔

نمبر۶: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث ہیں جن میں چار وہ ہیں جنہیں مسلم و بخاری دونوں نے روایت فرمایا اور چار صرف بخاری نے اور پانچ صرف مسلم نے باقی احمد، ابو داؤد، نسائی، بیہقی، طبرانی، ترمذی، مالک وغیرہم محدثین نے روایت فرمائیں۔ اگر ہم کو اس رسالہ کے طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم وہ تمام روایات یہاں نقل کر دیتے۔ شائقین کتب احادیث کا مطالعہ کریں۔ خیال کرنا چاہئے کہ امام بخاری ومسلم وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو ذرا سے شبۂ فسق کی بنا پر روایت نہیں لیتے۔ ان بزرگوں کا امیر معاویہ کی روایت قبول فرمالینا باعلان بتا رہا ہے کہ امیر معاویہ ان کی نگاہ میں متقی، عادل، ثقہ، قابل روایت ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی نے امیر معاویہ کو تمام مومنوں کا ماموں فرمایا ان کے بڑے کارنامے "مثنوی" میں بیان کئے۔

نمبر۷: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے شاندار سلطان ہیں یسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے خلیفہ ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت راشدہ (یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ) تیس (۳۰) سال تک رہے گی، پھر سلطنت ہوگی۔ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت اس مدت میں تقریباً سات (۷) ماہ باقی تھے۔ چنانچہ یہ ہی بقیہ مدت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پوری فرما کر خلافت سے دستبرداری فرمالی کیوں کہ مدت خلافت پوری ہوچکی تھی اس وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سلطان اسلام مقرر ہوئے۔

اس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے اشارۃً ارشاد فرمائی تھی چنانچہ "بخاری شریف" میں کتاب

الرویا، کتاب الجہاد میں بہت جگہ حضرت انس وغیرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ ام حرام بنت ملحان کے گھر آرام فرماتے تھے جو کہ عبادہ ابن صامت کی زوجہ ہیں کہ اچانک خوش خوش مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام ملحان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس مسرت وشادمانی کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ "ابھی خواب میں ہم پر ہماری امت کے غازی پیش کئے گئے جو اس سمندر سے ایسی شان وشوکت سے گزررہے ہیں جیسے تخت پر سلاطین اور جہاد کرنے جارہے ہیں۔ ام ملحان نے عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بھی ان کے ساتھ اس جہاد یں شرکت کی توفیق دے، فرمایا تم بھی ان میں ہوگی۔ یہ فرما کر پھر سو گئے پھر اسی طرح خوش خوش بیدار ہوئے اور پھر اسی طرح کی خواب ارشاد فرمائی۔ ام ملحان نے پھر عرض کیا کہ فرمائیں کہ اس جہاد میں بھی ان غازیوں کے ساتھ ہوں تو فرمایا کہ نہیں۔ تم پہلوں کے ساتھ ہوگی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ یہ جہاد امیر معاویہ ؓ کے زمانۂ حکومت میں ہوا۔ ام ملحان امیر معاویہ کے ہمراہ سمندر پر سے گزریں اور پار نکل کر اپنے اونٹ سے گر کر شہید ہوگئیں۔ حدیث پاک کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ بُدْنَتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ (بخاری) پس سوار ہوئیں ام ملحان معاویہ ابن ابی سفیان کے زمانہ میں پھر جب سمندر پار ہوئیں تو اونٹ سے گر گئیں اور انتقال فرما گئیں۔

اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ؓ اسلام کے سلطان غازی ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جہاد میں شرکت کرنے والے بڑے درجہ والے ہوں گے۔ اسی لئے ام ملحان نے اپنے لئے دعا کرائی جو قبول ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ؓ بہت شان کے مالک ہوں گے، سادگی نہ ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ امیر معاویہ ؓ کی یہ شان دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ خوش وخرم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے کیوں نہ ہو، بیٹے کی شان دیکھ کر باپ خوش ہوتا ہے، امت کی شان دیکھ کر نبی خوش ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا:

بوریا ممنون خواب راحتش   تاجِ کسریٰ زیر پائے امتش

یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اگلی پچھلی تمام چیزیں بتادیں بلکہ دکھا دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور لوگوں کی موت کے وقت موت کی نوعیت سے خبردار ہیں کہ کون کب مرے گا، کہاں مرے گا، کیسے مرے گا کہ ام ملحان سے فرمادیا کہ تم صرف پہلوں کے ساتھ ہوگی، پھر تمہیں اس دوسرے غزوہ میں شرکت کا موقع نہیں ملے گا کیوں کہ تم اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤ گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ امیر معاویہ ؓ کی حکومت اور ان کے ساتھیوں سے بہت خوش ہیں۔ بہرحال یہ حدیث بہت سے احکام کی جامع ہے۔

نوٹ ضروری:۔ خیال رہے کہ خلافتِ راشدہ حضرت امام حسن ؓ پر ختم ہوگئی۔ اس خلافت میں خلیفہ مسلمانوں کے حاکم اور نبی ﷺ کے سچے جانشین ہوتے تھے کہ ان کی بیعت سلطنت کی بیعت بھی تھی اور ارادت کی بیعت بھی۔ اسی لئے اس وقت تک مسلمانوں میں پیروں کی، مشائخ کی بیعت کا رواج نہ تھا کیوں کہ یہ بیعت ہی کافی تھی۔ خلیفہ اسلام کے حاکم بھی تھے، مسلمانوں کے شیخ بھی تھے اور رسول اللہ کے جانشین بھی رضی اللہ عنہم۔ اس کے بعد سلطان میں صرف سلطنت اسلام رہ گئی، وہ جانشینی جنابِ مصطفیٰ ﷺ عَلٰی وَجْہِ الْکَمَال نہ رہی، اس لئے پھر بادشاہوں سے صرف سلطنت کی بیعت ہونے لگی اور ارادت کی بیعت مشائخ عظام سے ان میں پہلے سلطانِ اسلام امیر معاویہ ؓ ہوئے مگر شریعت میں کہیں پر سلطانِ اسلام کو بھی خلیفہ کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ بارہ خلفاء تک اسلام بہت غالب رہے گا۔ یہاں خلیفہ بمعنی سلطان ہے جن لوگوں نے امیر معاویہ ؓ کو خلیفہ لکھا یا کہا وہ خلیفہ بمعنی سلطانِ اسلام ہے۔

نوٹ ضروری: تمام خلفاء راشدین رسول اللہ ﷺ کے خلفاء تھے۔ بعد والے اپنے سے پہلے والے کے خلیفہ نہ تھے یعنی حضرت عمر فاروق ؓ خلیفۂ رسول ﷺ تھے۔ خلیفہ ابوبکر الصدیق ؓ نہ تھے۔ سب نائبینِ مصطفیٰ اور جانشینِ جنابِ حبیبِ کبریاء تھے اسی لئے وہ تمام حضرات حضور کے خلفاء ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ چہارم خلیفہ ہونا یا آخری خلیفہ ہونا معاذ اللہ کوئی اہانت یا بے

تعظیمی نہیں۔ ہمارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں بلکہ حضرت علی ؓ کو نبی کریم ﷺ سے چار بار بیعت میسر ہوئی۔ ایک بار بلاواسطہ اور پھر ابوبکر صدیق ؓ کے واسطہ سے، پھر عمر فاروق ؓ کے ذریعہ سے، پھر عثمان غنی ؓ کی معرفت سے کیوں کہ یہ تمام بیعتیں بالواسطہ حضور ﷺ سے بیعت تھی۔

نمبر ۸: امیر معاویہ ؓ نہایت نیک دل، سخی بہت حلیم وکریم تھے جیسا کہ ان کے متعلق نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی چنانچہ آپ کی سخاوت حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہوتی ہے۔

الف: ملا علی قاری نے "مرقاۃ شرح مشکوۃ" میں فرمایا کہ ایک بار امیر معاویہ ؓ نے امام حسن ؓ کو چار لاکھ روپے نذرانہ پیش کئے جو امام حسن ؓ نے قبول فرمائے۔ (کتاب الناهية)

ب: حاکم نے بار وایت ہشام بن محمد روایت کی کہ امیر معاویہ ؓ نے امام حسن ؓ کے لئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا اتفاقاً ایک سال یہ وظیفہ امام حسن ؓ کو نہ پہنچا۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ ؓ کو یاددہانی کے لئے خط لکھیں، نبی ﷺ نے خواب میں امام حسن ؓ کو فرمایا کہ اپنے جیسی مخلوق کو نہ لکھو رب سے عرض کرو اور فرمایا یہ دعا پڑھو: اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَائَکَ وَاقْطَعْ رَجَاءِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لاَ اَرْجُوْا اَحَداً غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَ قَصَرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَ کَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْأَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اُعْطَیْتَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخَصِّصْنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اے اللہ میرے دل میں اپنی امید بھر دے اور اپنے ماسوا سے امید منقطع فرما دے یہاں تک کہ تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ جس چیز سے میری طاقت کمزور ہے اور میرے عمل کوتاہ ہیں اور میری رغبت وہاں تک نہ پہنچی اور میری زبان پر جاری نہ ہوا جو کہ تو نے اگلوں اور پچھلوں کو یقین عطا فرمایا ہے پس مجھے اس سے خاص کرا ے جہانوں کے پالنے والے۔

چنانچہ یہ وظیفہ امام حسن ؓ نے شروع کر دیا۔ ابھی ایک ہفتہ نہ گزرا تا کہ امیر معاویہ ؓ نے پندرہ لاکھ روپے بھیج دیا یعنی دو لاکھ وظیفہ اور تیرہ لاکھ نذرانہ (کتاب ناھیۃ وغیرہ)

مسلمان یہ دعا یاد کرلیں رفع حاجات کے ئے بہترین دعا ہے۔

ج: ایک بار امیر معاویہ ؓ نے حاضرین سے فرمایا کہ جو کوئی علی ؓ کی شان میں قصیدہ پڑھے تو میں اسے فی شعر ایک ہزار دینار دوں گا۔ چنانچہ حاضرین شعراء نے اشعار پڑھے اور انعام لیا۔ امیر معاویہ ہر شعر پر کہتے تھے کہ علی ؓ اس سے بھی افضل ہیں۔ عمرو ابن العاص شاعر نے ایک قصیدہ علی مرتضی کی شان میں پڑھا جس کا ایک شعر یہ تھا:

ھُوَ النَّبَاءُ الْعَظِیْمُ وَ فُلْکُ نُوْحٍ — وَ بَابُ اللّٰہِ وَانْقَطَعَ الْخِطَابُ

حضرت علی بڑی خبر والے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی ہیں۔ اللہ کا دروازہ ہیں۔ ان کے بغیر اللہ سے کوئی کلام نہیں کرسکتا۔ امیر معاویہ نے اس شعر پر اس شاعر کو سات ہزار دینار دیئے۔ (نقائص الفنون مصنفه محمد ابن محمود آملي از كتاب الناهية)

د: ابن عساکر نے روایت کی کہ جنگ کے زمانہ میں حضرت عقیل نے (حضرت علی کے بھائی) علی ؓ سے کہا مجھے کچھ روپے کی ضرورت ہے دیجئے۔ فرمایا ابھی نہیں ہے آپ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ امیر معاویہ کے پاس چلا جاؤں حضرت علی نے فرمایا جاؤ حضرت عقیل امیر معاویہ کے پاس پہنچے۔ امیر معاویہ نے آپ کا بڑا احترام کیا اور ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا۔ (صواعق محرقه)

یہ نمونہ کے طور پر چند واقعات پیش کئے گئے ورنہ امیر معاویہ ؓ کی بے مثل سخاوت کے واقعات بہت ہیں۔

نمبر ۹: امیر معاویہ ؓ کے دل میں اللہ کا خوف حضور ﷺ کی عظمت اہلِ بیتِ اطہار کی محبت کمال درجہ تھی۔ آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ امیر معاویہ اپنی وفات کے وقت بار بار فرماتے تھے کہ کاش میں ایک گاؤں میں خاموش زندگی گزارتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا۔ حضور ﷺ کے ناخن شریف، بال، قمیص مبارک، تہبند شریف کے متعلق وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دے کر میرے کفن میں یہ چیزیں رکھ دی جائیں۔ اس واقعہ سے امیر معاویہ ؓ کے خوفِ الٰہی، عظمت محبوبِ کبریاء ﷺ کا بخوبی پتہ لگتا ہے۔ نیز تواریخ سے ثابت ہے کہ امیر معاویہ ؓ امام حسن ؓ کا انتہائی ادب و

احترام کرتے تھے اور اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل کی متعدد روایات آپ سے مروی ہیں۔

امام احمد ابن حنبل نے اپنے "مسند" میں امیر معاویہ ؓ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ امام حسن ؓ کے زبان اور ہونٹ چومتے تھے۔ پھر امیر معاویہ ؓ نے فرمایا کہ ایسی زبان اور ہونٹ جسے جناب مصطفیٰ ﷺ چومیں اس کو آگ نہیں پہنچ سکتی۔(کتاب الناهیه)

اسی "مسند احمد ابن حنبل" میں ہے کہ ایک شخص نے امیر معاویہ ؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ علی مرتضیٰ ؓ سے پوچھو وہ مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا آپ ہی فرما دیں۔ مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ امیر معاویہ ؓ نے فرمایا کہ تو نے یہ بہت بری بات کی کیا تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کی توقیر خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے، ان کے کمال علم کی بنا پر اور جن کے بارے میں سرکار نے فرمایا کہ "اے علی! تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام مگر میرے بعد نبی نہیں" اور جن علی ؓ کی عظمتِ علم کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق کو کوئی مشکل درپیش آتی تھی تو حضرت علی ؓ سے حل کراتے تھے، امیر معاویہ ؓ نے یہ فرما کر اس شخص سے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جا اور اس کا نام وظیفہ والوں کے دفتر سے خارج کر دیا۔(کتاب الناهیه) ان روایات کو دیکھو اور غور کرو۔

امام محمد ابن محمود آملی "نفائس فنون" میں روایت کی کہ ایک بار امیر معاویہ ؓ کے دربار میں علی ؓ کا ذکر ہوا تو امیر معاویہ ؓ نے فرمایا کہ علی شیر تھے علی چودھویں رات کے چاند تھے علی رحمتِ خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی تو آپ نے فرمایا کہ علی کے قدم ابوسفیان کی آل سے افضل ہیں تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے حضرت علی ؓ سے جنگ کیوں کی تو فرمایا الملک عقیم یعنی ملکی جنگ تھی۔(کتاب الناهیه)

امیر معاویہ ؓ نے ایک بار ضرار ابن حمزہ سے کہا کہ مجھے علی ابن ابی طالب کے اوصاف سناؤ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے معاف رکھو امیر معاویہ ؓ نے کہا تمہیں خدا کی قسم ضرور سناؤ۔ ضرار ابن حمزہ نے نہایت فصیح و بلیغ طور پر علی مرتضیٰ ؓ کی منقبت سنائی جس کا

خلاصہ حسب ذیل ہے:

"علی ؓ بڑی سخاوت والے، سخت قوت والے تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے عدل کا فیصلہ کرتے تھے ان کی جوانب سے علم کی نہریں بہتی تھیں ان کی زبان پر علم بولتا تھا۔ دنیا اور دنیاوی ٹیپ ٹاپ سے متنفر تھے، رات کی تنہائی اور وحشت پر مائل تھے، راتوں کو روتے تھے۔ اکثر آخرت کی فکر میں رہتے تھے، موٹا لباس معمولی کھانا پسند فرماتے تھے۔ لوگوں میں عام شخص کی طرح رہتے تھے جب ان سے کچھ پوچھتے تو فوراً جواب دیتے جب ہم انہیں بلاتے تو فوراً آ جاتے تھے، اس بے تکلفی کے باوجود ان کی خداداد ہیبت کا یہ حال تھا کہ ہم ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ دین داروں کی تعظیم فرماتے، مسکینوں کو اپنے سے قریب رکھتے تھے، علی ؓ کے دربار شریف میں کمزور مایوس نہ تھا، قوی دلیر نہ تھا۔ قسم خدا کی میں نے علی کو بہت دفعہ ایسا دیکھا کہ رات کے تارے غائب ہو جاتے تھے۔ اس حال میں کہ آپ ایسا روتے تھے جیسے کسی کو بچھو کاٹ لے اور رو رو کر فرماتے تھے کہ افسوس افسوس عمر تھوڑی ہے سفر لمبا ہے، سامان تھوڑا ہے راستہ خطرناک ہے اور آپ کی داڑھی سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکتے تھے اور فرماتے تھے افسوس افسوس!

امیر معاویہ ؓ یہ سن کر زار زار رونے لگے اور فرماتے تھے کہ قسم خدا کی ابوالحسن (علی ؓ) ایسے ہی تھے، ایسے ہی تھے، ایسے ہی تھے۔(الصواعق محرقه)

سیدنا علی مرتضیٰ ؓ ان ہی صفات کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا

هُوَ الْبَكَّاءُ فِي الْمِحْرَابِ لَيْلاً   هُوَ الضَّحَّاكُ فِي يَوْمِ الضِّرَابِ

"محراب مسجد میں روتے، میدان جہاد میں ہنسنے والے" میدان جہاد میں تشریف لاتے تو ہنستے ہوئے فرماتے اِنَّا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَ "میں وہ بہادر ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر کرار رکھا" (حیدر بمعنی شیر، کرار کے معنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا)

اور جب تہجد کے وقت محراب مسجد میں آتے تو رب سے عرض کرتے

اِلٰهِي عَبْدُكَ الْعَاصِيُ أَتَاكَ   مُقِرّاً بِالذُّنُوبِ وَ قَدْ دُعَاكَ

"خدایا تیرا گنہگار بندہ حاضر ہے، اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہوئے تجھ سے دعا مانگ رہا ہے"۔
غرض کہ خلق کے سامنے ہنسنے والے، خالق کی بارگاہ میں رونے والے ؓ۔

نمبر ۱۰: امیر معاویہ ؓ کی بہت سی کرامات ثابت ہیں۔ آپ صاحبِ کرامت صحابی رسول ہیں۔
چنانچہ کتاب "**تطهير الجنان**" میں فرمایا کہ سند صحیح سے روایت ہے کہ جب امیر معاویہ ؓ کو حضرت عثمان غنی کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مکہ والوں نے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے علیحدہ کیا لہٰذا وہاں خلافت کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ مدینہ والوں نے خلیفۃ المسلمین عثمان غنی کو شہید کیا وہاں سے خلافت نکل گئی، اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پھر حرمین شریفین آج تک دارالخلافہ نہ بنا، مکہ معظّمہ میں تو عبداللہ ابن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا بھی مگر وہ صورتِ خلافت تھی حقیقتِ خلافت نہ تھی لیکن مدینہ منورہ میں صورۃً خلافت بھی نہ رہی، سیدنا علی مرتضیٰ نے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور ان کے بعد کسی خلیفہ نے مدینہ منورہ کو دارالخلافہ نہ بنایا۔ یہ امیر معاویہ ؓ کی کرامت ہے۔

امیر معاویہ ؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد کیا تو دعا کی کہ مولیٰ اگر یزید اس کا اہل نہ ہو تو اس کی سلطنت کامل نہ فرما پھر ایسا ہی ہوا کہ یزید مردود امیر معاویہ ؓ کے بعد دو سال کچھ ماہ زندہ رہا اور اس کی سلطنت پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔

امیر معاویہ ؓ کا یہ واقعہ تو مشہور ہی ہے کہ آپ ایک دفعہ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آپ کو جگایا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور اس محل میں کیسے پہنچ گیا۔ وہ بولا کہ میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا کام نماز کے لئے جگانا نہیں ہے بلکہ نماز سے سلانا ہے اولاً اس نے بہانے بنائے مگر جب امیر معاویہ ؓ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو آخر بولا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے آپ کو فجر کے وقت سلا دیا تھا جس سے آپ کی نماز قضا ہوگئی تھی، آپ اس کے غم میں اتنا روئے کہ میں نے فرشتوں کو آپس میں کلام کرتے سنا کہ امیر معاویہ ؓ کو اس رنج و غم کی وجہ سے پانچ سو (۵۰۰) نمازوں کا ثواب دیا گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر

آج پھر آپ فجر نہ پڑھ سکے تو آج پھر روئیں گے اور ایسا نہ ہو کہ ایک ہزار (۱۰۰۰) نمازوں کا ثواب حاصل کرلیں اس لئے جگایا کہ ایک اسی نماز کا ثواب حاصل کریں" مثنوی شریف "دفتر دوم صفحہ ۲۳ میں مولانا روم قدس سرہ نے اسی قصہ کو بہت تفصیل سے چودہ صفحات میں کچھ فرق سے یوں فرمایا جس کی سرخی یوں باندھی۔ "بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز است"

اور اس طرح اس قصہ کو شروع فرمایا:

درخبر آمد کہ خالِ مومناں ۔۔۔ بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصررا از اندروں دربستہ بود ۔۔۔ کز زیارتہار مرم خستہ بود
ناگہاں مردے درا بیدار کرو ۔۔۔ چشم چوں بکساد پنہاں گشت فرد

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ؓ بہت عابد و زاہد مقبول بارگاہِ الٰہی تھے اور ابلیس جیسا خبیث جو کسی کے قبضہ میں نہ آئے وہ آپ کے قبضہ اور گرفت سے نہ چھوٹ سکتا تھا کیوں نہ ہو جس کا ہاتھ جنابِ مصطفیٰ ﷺ پکڑ لیں۔ اس کے ہاتھ کی گرفت سے کون چھوٹ سکتا تھا اور جو نگاہ جمالِ مصطفیٰ دیکھ لے اس سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے۔ یہی واقعہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو بھی پیش آیا تھا کہ آپ نے ابلیس کو پکڑ لیا تو چھوٹ نہ سکا۔

دوسرا باب

امیر معاویہ ؓ پر اعتراضات و جوابات

امیر معاویہ ؓ پر اب تک جس قدر اعتراضات ہم کو معلوم ہو سکے ہیں انہیں ہم تفصیل وار عرض کرتے ہیں، ہر اعتراض کے ساتھ اس کا مدلل جواب منصفانہ اور محققانہ طور پر عرض کریں گے۔ ناظرین سے انصاف کی اور اس کے رسول ﷺ سے قبول کی امید ہے وہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اعتراض (۱): ۔تم نے کہا کہ حضور ﷺ کی ازواج پاک بھی میرے اہلِ بیت ہیں حالانکہ حدیثِ کساء میں وارد ہوا کہ آیت تطہیر اترنے پر نبی کریم ﷺ نے امام حسن وحسین، علی، فاطمہ زہرا کو کمبل شریف میں داخل فرما کر دعا کی کہ مولی یہ میرے اہلِ بیت ہیں تو انہیں پاک فرمادے۔حضرت ام سلمہ زوجۂ رسول اللہ نے عرض کیا کہ مجھے داخل فرمالیا جائے تو ان سے فرمادیا کہ تم خیر پر ہو تم وہاں ہی رہو اگر ازواج مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہوتیں تو انہیں کمبل شریف میں لے لیا جاتا۔

جواب: ۔ یہ شبہ جب درست ہوتا کہ اس حدیث میں کوئی حصر کا لفظ ہوتا۔یعنی یہ ہی اہلِ بیت ہیں یا یہ فرمایا جاتا کہ ان کے سوا اور کوئی اہلِ بیت نہیں۔ جب ان دونوں میں سے کچھ نہیں تو دوسروں کی نفی کیسے ہوگئی۔اگر ہم کہیں کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ وداوٗد علیہم السلام نبی ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ دیگر انبیاء کرام نبی نہیں اور اس فرمانے میں بھی ایک حکمت ہے وہ یہ کہ عرف میں لڑکی شادی کے بعد اپنے خاوند کے اہلِ بیت اور ان کے اہلِ خانہ میں شمار ہونے لگتی ہے تو شاید یہ سمجھا جاتا کہ حضرت فاطمہ زہرا حضور کے اہلِ بیت نہیں بلکہ حضرت علی کے اہلِ بیت میں ہیں اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے حضور نے کمبل شریف کا یہ عمل فرمایا جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس میں داخلہ کی اجازت چاہی تو ان سے فرمادیا کہ "اَنْتِ عَلٰی خَیْرٍ" تم تو خیر پر ہے یعنی تو تم اس آیت میں یقیناً داخل ہو تمہارے متعلق تو شبہ ہوسکتا ہی نہیں، تم وہاں ہی رہو جن کے متعلق شبہ ہوسکتا ہے ان کو داخل فرما کر شبہ دور فرمانا ہے۔اس کی نفیس تحقیق "تحفہ اثنا عشریہ"، "اشعۃ اللمعات" اور اس کے "حاشیہ میر علی" میں ملاحظہ کرنا چاہئے۔اگر آیتِ تطہیر میں صرف یہ چار حضرات داخل ہوں اور ازواجِ پاک داخل نہ ہوں تو آیاتِ قرآنیہ میں نہایت سخت بے ربطی ہوگی کیوں کہ اس سے آگے اور پیچھے تمام آیات میں ازواجِ پاک سے خطاب ہے اور ربطِ آیات ضروری ہے۔

اعتراض (۲): ۔آیتِ تطہیر کے پہلے اور اس کے بعد تمام ضمیریں جمع مؤنث ہیں مگر اس آیت میں ضمیر جمع مذکر ہے: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ

تَطْهِیْراً﴾ (الأحزاب: ۳۳/۳۳) دونوں جگہ "کُمْ" ہے جو مذکر ہے، اگر اس خطاب میں ازواجِ مطہرات شامل ہوتیں تو دیگر آیات کی طرح اس میں بھی "هُنَّ" "کُنَّ" وغیرہا ضمیریں ہوتیں۔

جواب: ۔ چونکہ اگلی پچھلی آیتوں میں صرف ازواجِ پاک سے خطاب تھا لیکن اس آیت کے خطاب میں حضرت علی وحسنین کریمین بھی شامل تھے۔اس لئے ان میں ضمیریں مؤنث ہے یہاں فرمایا گیا "اہلِ بیت" اور یہ لفظ مذکر ہے اگرچہ اس سے مراد بیویاں ہوں اور عربی ترکیب میں لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ معنی کا دیکھوں طلحہ لفظ مؤنث ہے اور نام مذکر ہے مگر لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے اسے غیر منصرف مانا گیا تانیث وعلم کے لحاظ سے، اس کی دلیل وہ آیت ہے جو سورۂ ہود میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت سارہ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا: ﴿قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهٗ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ (هود: ۱۱/۷۳) فرشتے بولے کہ اے سارہ کیا تم اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو۔اے نبی کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں وہ اللہ سراہا ہوا بزرگی والا ہے۔

دیکھو اس آیت میں حضرت سارہ سے خطاب ہے جو بی بی صاحبہ ہیں مگر "تعجبین" صیغہ مؤنث ہے اور "علیکم" میں ضمیر مذکر کیوں کہ انہیں لفظ "اہلِ بیت" سے تعبیر کیا جو کہ مذکر ہے ایسے ہی ان آیات میں ہے غرض کہ لفظ کا اعتبار ہے۔

اعتراض (۳): ۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہزارہا مسلمانوں کا خون کیا اور کرایا نہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے نہ مسلمانوں کا اتنا خون ہوتا اور مومن کو قتل کرنے والا دائمی جہنمی ہے، رب فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَاباً عَظِیْماً﴾ (النساء: ۴/۹۳) اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ پر غضب اور لعنت کرے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی، جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہما پر بھی یہ ہی الزام عائد ہوسکتا ہے کیوں کہ یہ تمام حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوئے اور جنگِ جمل وغیرہ میں ہزار ہا مسلمان شہید ہوئے حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے اللہ کا ایک ہونا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ان کے جنتی ہونے کی نص قطعی وارد ہوچکی اور حضرت طلحہ وزبیر بھی قطعاً جنتی ہیں عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ مومن کے قتل کی تین صورتیں ہیں ایک تو اس لئے اسے قتل کرنا کہ یہ مسلمان کیوں ہوگیا، یہ کفر ہے کہ اس میں ایمان سے ہمیشہ ناراضی ہے۔ اس آیت مذکورہ میں یہی مراد ہے کیوں کہ جہنم میں ہمیشہ رہنا صرف کافر کے لئے ہے۔ دوسرے کسی مسلمان کو دنیاوی عناد اور ذاتی دشمنی کی وجہ سے قتل کرنا جیسے دن رات ہوتا رہتا ہے یہ فسق اور گناہ ہے۔ تیسرے غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں میں جنگ ہوجائے اور مسلمان مارے جائیں یہ غلط فہمی ہے نہ فسق ہے نہ کفر۔ اس تیسری قسم کے لئے یہ آیت کریمہ ہے۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹/۴۹) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرادو۔

دیکھ یہاں قتال اور جنگ کرنے والی دونوں جماعتوں کو مومن فرمایا گیا اور ان میں صلح کرادینے کا حکم دیا گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وعلی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی جنگ اس تیسری قسم میں داخل ہے بلکہ تمہارا یہ الزام خود امیر المومنین علی مرتضی پر پڑتا ہے کیوں کہ جیسے امیر معاویہ کے ہاتھوں علی المرتضٰی کے ساتھی مومن شہید ہوئے ویسے ہی علی مرتضی کے ہاتھوں امیر معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھی حضرت طلحہ وزبیر وغیرہما شہید ہوئے (اللہ سمجھ دے)

اعتراض (۴): ۔ امیر معاویہ کے دل میں اہلِ بیت کا کینہ تھا انہوں نے اہلِ بیت کو ستایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے علی کو ستایا اس نے مجھے ستایا"۔ نیز امیر معاویہ نے اہلِ بیت سے

جنگ کی حالانکہ حضور نے فرمایا تھا کہ "جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی" اور جو حضور سے جنگ کرے وہ مومن نہیں۔

جواب: ۔ اس کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اس سوال کی زد میں معاذ اللہ خود حضرت علی بھی داخل ہوجائیں گے۔ کیوں کہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی کے دل میں حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر، محمد ابن طلحہ جیسے مقدس صحابہ کا کینہ تھا اور حضور نے تمام صحابہ کے متعلق فرمایا کہ "فَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ أَبْغَضَنِیْ" جس نے صحابہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ نیز یہ الزام حضرت عائشہ صدیقہ وطلحہ۔ زبیر وغیرہم پر بھی وارد ہوگا۔ غرض یہ کہ ایک امیر معاویہ کے بغض کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام حابہ واہل بیت کی غلامی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

جواب: ۔ تحقیقی یہ ہے کہ حضور کے اہلِ بیت اطہار کی مخالفت کی تین صورتیں ہیں ایک تو ان سے اس لئے جلنا کہ یہ حضور کے اہلِ بیت ہیں یہ کفر ہے کہ اس میں در پردہ حضور ﷺ سے جلنا ہے، دوسرے کسی دنیاوی وجہ سے ناراضی اس میں اگر نفسانیت شامل ہے تو فسق ہے ورنہ نہیں۔ بہت دفعہ علی مرتضٰی اور فاطمہ زہرا میں خانگی معاملات میں شکر رنجی ہوجاتی تھی۔ شہادتِ عثمان کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے رخ شریف پر طمانچہ مارا کہ تم نے حفاظت میں سستی کیوں کی۔ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سخت رنجش ہوگئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور کی (مسلم) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بہت سخت الفاظ استعمال کئے۔ یہ چیزیں دن رات آپس میں ہوتی رہتی ہیں یہ فسق وگناہ بھی نہیں۔

تیسرے کسی غلط فہمی کی بنا پر اہلِ بیت سے نا اتفاقی ہوجانا یہ نہ فسق ہے نہ گناہ۔ محض ایک غلط فہمی ہے ان حضرات کی یہ تمام جنگیں اس تیسرے قسم کی تھیں۔ ان کے سینے کینہ سے پاک تھے جو ہم بہت تفصیل کے ساتھ پہلے باب میں بیان کرچکے۔ لڑتے بھی تھے اور ایک دوسرے کی تعریف وتوصیف بھی کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو تحفہ وہدایا بھی دیتے تھے۔

حکایت:۔ "استیعاب" میں ہے کہ جنگِ جمل کے بعد حضرت علی ؓ محمد ابن طلحہ ؓ کی نعش پر سے گزرے جو حضرت عائشہ کے ساتھ تھے انہیں علی مرتضیٰ ؓ کے ایک سپاہی عمرو ابن جرموز نے قتل کیا تھا۔ان کی نعش دیکھ کر علی مرتضیٰ ؓ رونے لگے اور انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ اے محمد ابن طلحہ! تم بڑے متقی، نمازی، راکع، ساجد تھے اور ان کی تلوار دیکھ کر فرمایا کہ قسم خدا کی اس تلوار نے حضور ﷺ کی بہت مدد کی ہے۔ پھر فرمایا کہ انہیں کس نے قتل کیا، عمرو ابن جرموز انعام پانے کے لالچ میں سامنے آیا اور فخر یہ کہا کہ میں نے قتل کیا اور قتل کی تمام کیفیت بیان کی۔حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دوزخی ہے، میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "محمد ابن طلحہ کا قاتل دوزخی ہے"۔عمرو ابن جرموز غصہ میں بھر گیا اور بولا کہ اے علی! تمہارا کیا اعتبار اگر تم سے لڑو تو دوزخی اور تمہاری طرف سے لڑو تو دوزخی، یہ کہہ کر اسی خنجر سے جس سے محمد ابن طلحہ کو شہید کیا تھا اپنے پیٹ میں گھونپ کر خودکشی کر لی یعنی کافر ہو کر خودکشی کی۔(کتاب الناھیۃ ص۸)

ضروری نوٹ:۔ خیال رہے کہ امیر معاویہ ؓ اہلِ بیتِ اطہار یا علی مرتضیٰ ؓ کے دشمن نہ تھے بلکہ ان کے مخالف تھے۔ دشمنی اور مخالفت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دشمن تو اپنے مدمقابل کی جان یا مال یا آبرو یا دین کا ہی سرے سے دشمن ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو فنا کرنا چاہتا ہے مگر مخالف وہ ہے جو کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کر بیٹھے اگرچہ یہ اختلاف لڑائی جھگڑے تک پہنچ جائے مگر اس کی بنیاد اسی رائے کا اختلاف ہے، دن رات باپ بیٹے، شوہر بیوی، بھائی بھائی اختلاف رائے کی بنا پر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔سلطان غازی محی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے بھائیوں خصوصاً دارالشکوہ سے بڑی معرکہ کی جنگیں رہی ہیں مگر اس کے باوجود وہ دشمن نہ تھے بھائی تھے۔

انہیں سلطان اورنگزیب نے اختلاف رائے کی بنا پر اپنے والد شاہجہان کو نظر بند کر دیا مگر اس کے باوجود آپس میں دشمن نہ تھے، باپ بیٹے تھے۔قرآن کریم نے بھی اختلاف اور دشمنی میں فرق فرمایا، لڑنے جھگڑنے والے مسلمانوں کے بارے میں ارشاد ہوا:﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾(الحجرات: ۴۹/۱۰) سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں پس صلح کراؤ اپنے بھائیوں میں۔

جانی یا ایمانی دشمنوں کے بارے میں فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾(التغابن: ۶۴/۱۴) اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں پس تم ان سے بچو۔

دیکھو وہاں لڑائی بھڑائی کے باوجود اجنبی مسلمانوں کو بھائی بتایا اور یہاں دینی مخالف اولاد اور بیویوں کو دشمن قرار دے کر ان سے پرہیز کا حکم دیا۔فرق کرنا بہت ضروری ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان پر انتہائی زیادتیاں کیں مگر اس کے باوجود یعقوب علیہ السلام نے یا قرآنِ کریم نے انہیں یوسف علیہ السلام کے دشمنوں کی صف میں کھڑا نہ کیا۔ یہ حضرات یوسف کی جان یا ایمان کے دشمن نہ تھے بلکہ یعقوب علیہ السلام کے اس طریقہ کے مخالف تھے کہ وہ یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ہم سے کم۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآنِ کریم نے ان ہی مخالف بھائیوں کو آسمان ہدایت کا تارا فرمایا کہ ارشاد ہوا:﴿یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾ (یوسف: ۱۲/۴) اے ابا جان میں نے گیارہ تارے اور چاند و سورج کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

دیکھو برادرانِ یوسف علیہ السلام اس انتہائی زیادتیوں اور ظلم کے باوجود تاروں کی شکل میں دکھائے گئے یعنی ہادی اور مہدی حضور فرماتے ہیں "میرے صحابہ تارے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔اسی طرح امیر معاویہ ؓ اس قدر مخالفت کے باوجود صحابی رسول اور آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں نیز یعقوب علیہ السلام نے اس فراقِ یوسفی کے زمانہ میں ان برادرانِ یوسف علیہ السلام کو اپنایا۔ یوسف علیہ السلام کا دشمن نہ جانا ورنہ ان کے کفر کا فتویٰ دیتے اور اپنے گھر سے باہر نکال دیتے کیوں کہ نبی کی دشمنی کفر ہے اور کافر سے میل جول حرام۔یوسف علیہ السلام نے بھی انہیں اپنا دشمن نہ قرار دیا بلکہ اول بار جب یہ حضرات غلہ لینے گئے تو ان کا احترام

فرمایا اور عزت سے مہمان بنایا۔ کہیے دشمنِ نبی تو کافر ہوتا ہے پھر اس کی مہمان نوازی کیسی۔

پھر جب یوسف علیہ السلام سے معافی مانگی تو یہ الفاظ عرض کئے: ﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۲/۹۱) بولے خدا کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر بزرگی دی اور ہم خطاوار تھے۔

اس میں ان حضرات نے اپنے کفر وغیرہ کا اقرار نہ کیا بلکہ اپنے کو صرف خطا کار کہا۔ یوسف علیہ السلام نے ان کو توبہ کا حکم نہ دیا بلکہ صرف یہ فرمایا: ﴿قَالَ لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (یوسف: ۱۲/۹۲) آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔

اگر کفر ہوتا تو انہیں دوبارہ مسلمان کیا جاتا، نکاح کی تجدید کرائی جاتی۔ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے دانہ پانی، بے سایہ والے جنگل میں ڈلوا دیا مگر اس جوش مخالفت سے جناب سارہ کو نہ کافر قرار دیا نہ فاسق۔ کہ یہ سب اختلاف کی بنا پر ہوا بلکہ وہ انبیاءِ بنی اسرائیل کی والدہ محترمہ ہیں۔ یہی معاملہ یہاں ہوا کہ جن بزرگوں نے حضرت علی کی مخالفت پر ندامت کی جیسے حضرت عائشہ صدیقہ ان کے ساتھ علی مرتضی نے وہ برتاؤ کیا جو پیارا پیارے سے کرتا ہے جو ان کی مخالفت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جیسے حضرت محمد ابن طلحہ، زبیر، طلحہ ان کے جنتی ہونے کی علی مرتضی نے خبر دی اور جو آخر تک آپ سے لڑتے رہے، جیسے امیر معاویہ وغیرہ ان کو فرمایا کہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم سے باغی ہوگئے، ان کے مال نہ لوٹے، انہیں قید نہ کیا ان پر دشمنوں کے احکام جاری نہ فرمائے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجۂ مخالفت: یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ آخر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے کیا اختلاف ہوا اور کیوں ہوا؟ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا مصریوں نے محاصرہ کیا۔ تین دن یا زیادہ تک پانی نہ پہنچنے دیا اور پھر گھر میں داخل ہو کر انہیں نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ آپ کی شہادت کے بعد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مہاجرین وانصار کے اتفاق رائے سے خلیفہ برحق مقرر ہوئے لیکن چند وجوہات کی بنا پر قاتلینِ عثمانِ غنی سے قصاص نہ لیا جاسکا۔ یہ خبریں

شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچیں۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ خلیفۃ المسلمین کا خاص مدینہ شریف میں شہید کر دیا جانا بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ از راہِ کرم سب سے پہلے قاتلین پر قصاص جاری کیا جائے لیکن کچھ مجبوریوں کی بنا پر قصاص نہ لیا جاسکا۔ ادر امیر معاویہ کے دل میں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ علی مرتضی معاذ اللہ! دیدہ دانستہ قصاص لینے میں کوتاہی فرما رہے ہیں اور اس قتل میں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ ان کا ہاتھ ہے بلکہ خود ان کے قاتلین کو پولیس یا فوج میں بھرتی کرلیا گیا ہے غرض کہ بیچ کے بعض مفسدوں نے امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جانشین کر دی کہ علی مرتضٰی دیدہ دانستہ قصاص جاری کرنے میں چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے برابر قصاص کا مطالبہ رہا۔ ابھی تک نہ آپ کی خلافت کا انکار تھا نہ اپنی حکومت علیحدہ کرنے کا خیال صرف خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ تھا۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ علی مرتضٰی خلافت کے لائق نہیں اور وہ خلافت کی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہیں کرسکتے کیوں کہ اتنے بڑے اہم خون کا قصاص نہ لیا جاسکا تو دیگر انتظامی امور کیا ادا ہوسکیں گے، اختلاف کی اصل بنیاد یہ تھی۔ باقی سارے اختلافات اسی جڑ کی شاخیں تھیں دیگر تمام حضرات کی وجۂ مخالفت بھی یہی قتل عثمانی تھا۔ اب صحابہ کرام کی تین جماعتیں ہوگئیں۔ ایک وہ جو غیر جانبدار رہے، کسی طرف جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ جیسے عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن سلام وغیرہم۔ بعض وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف رہے، جیسے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت محمد ابن طلحہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ بعض وہ جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے معاون ہوئے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام حق پرست ساتھی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

خیال تو کرو کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن حضرت علی کی فوج کے سپاہی تھے۔ خود حضرت علی کے بھائی عقیل اس جنگ کے زمانہ میں غیر جانبدار رہے اور حضرت علی کی اجازت سے امیر معاویہ کے گھر مہمان

بن کر رہے جس کے حوالے پہلے گزر چکے۔

اعتراض (۵):۔ امیر معاویہ کو حضرت عثمان کے قصاص کے مطالبہ کا کیا حق تھا، خون کا بدلہ ہر شخص تو نہیں مانگتا۔ صرف مقتول کے ولی کو حق ہے۔

جواب:۔ عثمان غنی خلیفۃ المسلمین تھے اور خلیفہ عام رعایا کا ولی ہوتا ہے۔ بادشاہِ اسلام کے خون کے قصاص کا مطالبہ ہر مسلمان کر سکتا ہے ورنہ پھر کسی بادشاہ کی جان بلکہ کسی حاکم کا خون بھی محفوظ نہ ہوا اور امیر معاویہ ؓ تو حضرت عثمان غنی ؓ کے نسبی لحاظ سے بھی ولی تھے کیوں کہ آپ حضرت عثمان ؓ کے قریب ترین رشتہ دار تھے اس لئے کہ امیہ ابن عبد شمس میں عثمان غنی ؓ اور امیر معاویہ ؓ ملتے ہیں۔ امیر معاویہ ؓ کا نسب نامہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ عثمان غنی ؓ کا شجرہ نسب یہ ہے۔

عثمان ابن عفان، ابن ابی العاص، ابن امیہ ابن عبد شمس، ابن عبد مناف تو حضرت امیر معاویہ ؓ حضرت عثمان ؓ سے امیہ میں مل جاتے ہیں۔

نیز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علی مرتضیٰ ؓ سے فرمایا کہ اے میر المومنین امیر معاویہ ؓ کو قصاصِ عثمان کے مطالبہ کا حق ہے کیوں کہ وہ ان کے ولی ہیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اگر آپ نے قصاص نہ لیا تو تمام ملک کے امیر معاویہ ؓ مالک ہو جائیں گے۔

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْراً﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۳۳) اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اس کی مدد ہوگی۔

دیکھو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی ؓ کی خدمت میں امیر معاویہ ؓ کے اس مطالبہ کی حمایت کی اور اس آیت سے استدلال فرمایا۔ (کتاب تطہیر الجنان ص ۱۱۱)

اعتراض (۶):۔ امیر معاویہ ؓ نے تین قصور کئے، ایک یہ کہ خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہونا چاہئے۔ انہوں نے خود کیوں اسے خلیفہ بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ تیرے فاسق و فاجر کمینے بیٹے کے ہاتھ میں حکومت کی ڈور دے دینا بڑا جرم ہے۔ کربلا کے تمام مظالم کی ذمہ داری امیر معاویہ پر ہے۔ جب فاسق و فاجر کو نماز کا امام نہیں بنا سکتے تو اسے امام المسلمین بنانا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

ضروری نوٹ: تعجب ہے کہ یہ اعتراض وہ شیعہ بھی کرتے ہیں جن کے نزدیک خلافتِ الٰہیہ موروثی جائیداد کی طرح صرف علی مرتضیٰ ؓ کے خاندان کے بارہ افراد میں بطور میراث محدود ہے اور لطف یہ کہ اس موروثیت پر نہ کوئی قرآنی آیت گواہ نہ کوئی حدیث صرف اپنی ذاتی رائے ہے جب ان کی ذاتی رائے سے خلافتِ الٰہیہ موروثی جائیداد بن سکتی ہے تو امیر معاویہ بھی اپنا ولی عہد اپنے بیٹے کو کر سکتے ہیں۔

جواب:۔ یہ تینوں اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں۔ پہلے خلیفہ کا دوسرے کو اپنی زندگی میں خلیفہ کرنا درست ہے، خلافت کے چند طریق ہیں۔ رائے عامہ سے خلیفہ بنتا ہے جیسے صدیق اکبر ؓ کی خلافت۔ پہلے خلیفہ کے انتخاب سے جیسے عمر فاروق ؓ کی خلافت کہ صدیق اکبر ؓ خود اپنی حیات شریف میں آپ کو خلیفہ بنا گئے۔ خاص اہلِ حل وعقد کے انتخاب سے جیسے خلافتِ عثمانی و مرتضوی اگر امیر معاویہ ؓ اس انتخاب کی وجہ سے قصوروار ہیں تو ابوبکر صدیق ؓ پر بھی یہ ہی اعتراض ہوگا۔

اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا کسی آیت یا حدیث کی رو سے ممنوع نہیں اگر ممنوع ہے تو وہ آیت یا حدیث پیش کرو۔ آج عام طور پر صوفیاء، مشائخ، سلاطین اپنی اولاد کو گدی نشین اپنا جانشین بنا جاتے ہیں کیا ان مشائخ صوفیاء کرام کو فاسق و فاجر کہو گے غرض کہ اپنی اولاد کو اپنا جانشین کرنا کسی آیت و حدیث کی رو سے جرم نہیں۔ اس سے پہلے امام حسن حضرت علی ؓ کے خلیفہ بن چکے تھے۔

بیٹے کا خلیفہ بننا حضرت حسن سے شروع ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولیٰ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

﴿وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡراً مِّنۡ اَهۡلِیۡ ۝ هٰرُوۡنَ اَخِی ۝ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ۝ وَاَشۡرِكۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ﴾ (طـٰـه: ۲۰/۲۹ تـا ۳۲) اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔یعنی میرے بھائی ہارون کو ان سے میری کمر مضبوط کرا اور انہیں میرے کام میں شریک فرمادے۔

آپ کی یہ دعا قبول فرمائی گئی رب نے آپ پر ناراضی نہ فرمائی کہ تم اپنوں کے لئے کوشش کیوں کرتے ہو۔

زکریا علیہ السلام نے رب العالمین سے فرزند مانگا اور دعا کی کہ وہ میرا بیٹا میرا جانشین ہو۔ یہ دعا قبول ہوئی رب فرماتا ہے۔﴿فَهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ﴾ (مریم: ۱۹/ ۶) پس مجھے اپنی طرف سے ایک وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

غرض کہ اپنے فرزند اپنے بھائی اپنے اہلِ قرابت کو اپنا نائب کرنا نہ حرام ہے نہ مکروہ بلکہ اس کی کوشش کرنا اس کی دعا کرنا انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے۔

کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ امیر معاویہ ؓ کی حیات میں یزید فاسق و فاجر تھا اور امیر معاویہ ؓ نے اس کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے اپنا جانشین کیا۔ یزید کا فسق و فجور امیر معاویہ کے بعد ظاہر ہوا۔ آئندہ کا فسق فی الحال فاسق نہ بنائے گا۔

دیکھو رب تعالیٰ نے شیطان کو اس کا کفر ظاہر ہونے کے بعد جنت اور جماعتِ ملائکہ سے نکالا اس سے پہلے اسے ہر جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اس کی عظمت وحرمت فرمائی گئی جب شیطان کفر وعناد کے ظاہر ہونے سے پہلے کافر قرار نہ دیا گیا تو یزید فسق و فجور کے ظہور سے پہلے کیسے فاسق و فاجر کے زمرہ میں آسکتا ہے اور امیر معاویہ کیسے مورد الزام بن سکتے ہیں۔

اور اگر کوئی روایت ایسی مل بھی جاوے جس سے معلوم ہو کہ امیر معاویہ ؓ نے یزید

کے فسق و فجور سے خبردار ہوتے ہوئے اسے اپنے خلیفہ مقرر فرمایا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور راوی شیعہ ہے یا کوئی دشمنِ اصحاب جو روایت امیر معاویہ ؓ یا کسی صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے کیوں کہ قرآن کے خلاف ہے تمام صحابہ بحکم قرآنی متقی ہیں۔

یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے کہ ہم امیر معاویہ ؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا مان لیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی روایات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کے لئے لوگوں سے بیعت لینے کی کوشش کی، خبر نہیں کہ یہ روایات بھی کہاں تک درست ہیں، اگر یزید باقاعدہ خلیفہ پہلے ہی بن چکا ہوتا تو امیر معاویہ کی وفات کے بعد اپنی بیعت کے لئے کیوں کوشش کرتا اور پھر بیعت کے جھگڑے اب کیوں پیدا ہوتے لہٰذا یہ اعتراض اصل سے ہی غلط ہے۔

ضروری نوٹ:۔ امیر معاویہ ؓ اور امام حسن ؓ کی صلح کے موقع پر امیر معاویہ نے امام حسن کی خدمت میں سادہ کاغذ بھیج دیا تھا کہ آپ جو شرط چاہیں لکھ لیں مجھے منظور ہیں (کتب السیر، صواعق محرقہ، کتاب الناھیہ) شرائطِ صلح میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ امیر معاویہ ؓ کے بعد امام حسن ؓ خلیفہ ہوں گے جسے امیر معاویہ ؓ نے قبول کرلیا تھا (کتاب الناھیہ و صواعق محرقہ) "بخاری شریف" میں بروایت حسن بصری ہے کہ امام حسن بے شمار لشکر لے کر امیر معاویہ ؓ کے مقابلہ میں آئے۔ امیر معاویہ ؓ نے عمرو ابن العاص سے کہا کہ ان دونوں لشکروں میں سے جو بھی جسے قتل کرے مسلمان ہی شہید ہوں گے۔ ان کی بیوی بچے ہم کو ہی سنبھالنے پڑیں گے۔ کوئی صورت ہو کہ صلح ہو جائے۔ چنانچہ امیر معاویہ ؓ نے عبدالرحمٰن ابن سمرہ اور عبدالرحمٰن ابن عامر قرشی کو صلح کے لئے بھیجا انہیں اپنا مختار عام کردیا۔ امام حسن نے جو بھی شرط پیش کی ان دونوں بزرگوں نے کہا ہم کو منظور ہے آخر صلح ہوگئی۔ یہ صلح ماہ ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوئی۔ اس صلح کے بعد امام حسن کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے امام حسن سے کہا کہ اے مسلمان کو ذلیل کرنے والے۔ امام حسن نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں بلکہ ان کی عزت و جان و مال محفوظ کرنے والا ہوں میں نے اپنے والد علی مرتضیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کی امارت کو برا نہ سمجھو کیوں کہ میرے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مستقل امیر ہو جائیں گے اور امیر معاویہ کے بعد ایسے فتنہ ہوں گے کہ تم سروں کو نیزوں پر دیکھو گے۔ (کتاب الناهیه) پھر آپ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں ہی آخری دم تک مقیم رہے (صواعق محرقه) اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کمال علم معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہو کر رہا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت امام حسن زندہ ہوتے تو وہ ہی خلیفہ مستقل ہوتے نیز اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کا ہی خلیفہ بنانا مقصود تھا تو یہ شرط ہرگز قبول نہ فرماتے اور اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کے دشمن ہوتے تو امام حسن کی خلافت پر اپنے بعد کبھی راضی نہ ہوتے۔ علامہ ابو اسحاق نے اپنی کتاب "نور العین فی مشهد الحسین" میں مبادیاتِ شہادت میں لکھا کہ امیر معاویہ نے امام حسین کو حاکم مدینہ مقرر فرمایا پھر آپ کو تمام شاہی خزانہ کا مہتمم و مالک بنا دیا۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد امیر معاویہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ دمشق لے گئے مع تمام اولاد کے اور وہاں آپ کو ہی سلطنت کا مختار عام بنایا۔

اسی کتاب "نور العین فی مشهد الحسین" میں امیر معاویہ کی وصیتیں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیں جن میں سے کچھ کا ترجمہ ہم پیش کرتے ہیں۔

جب امیر معاویہ کا وقت وفات قریب آیا تو یزید نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ تو آپ نے کہا کہ خلیفہ تو تو ہی بنے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سن۔ کوئی کام امام حسین کے مشورہ کے بغیر نہ کرنا (یعنی وہ تیرے وزیر اعظم ہیں)۔ انہیں کھلائے بغیر نہ کھانا، انہیں پلائے بغیر نہ پینا، سب سے پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر پہلے انہیں پہنانا پھر خود پہننا۔ میں تجھے امام حسین ان کے گھر والوں، ان کے کنبے بلکہ سارے بنی ہاشم کے لئے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

اے بیٹے! خلافت میں ہمارا حق نہیں وہ امام حسین، ان کے والد اور ان کے اہلِ بیت کا حق ہے تو چند روز خلیفہ رہنا پھر جب امام حسین پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہ ہی خلیفہ ہوں گے

یا جسے وہ چاہیں تا کہ خلافت اپنی جگہ پہنچ جائے۔ ہم سب امام حسین اور ان کے نانا کے غلام ہیں انہیں ناراض نہ کرنا ورنہ تجھ پر اللہ و رسول ناراض ہوں گے اور پھر تیری شفاعت کون کرے گا؟

یہ وصیت نامہ بہت دراز ہے۔ اب غور کیجئے کہ دیگر تواریخ کیا کہہ رہی ہیں اور یہ تاریخ کیا بتا رہی ہے۔

اعتراض (۷): ۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو زہر دلوایا جس سے آپ کی شہادت ہوئی یہ کام بھی یزید کی خلافت کے لئے کیا گیا۔

جواب: ۔ جی ہاں! آپ کو بذریعہ وحی یہ غیب کا علم ہو گیا ہوگا وہ بھی چودہ سو برس کے بعد یا آپ عالم غیب سے دیکھ رہے ہوں گے خود اس زمانہ میں تو امام حسین رضی اللہ عنہ تک کو زہر دینے والے کا پتہ نہ لگ سکا اس لئے آپ کسی کو سزا نہ دے سکے بلکہ جب امام حسین نے امام حسن سے دریافت فرمایا تو امام حسن نے جواب دیا کہ جس کے متعلق میرا خیال ہے اگر اس نے مجھے زہر دیا ہے تو اللہ اس کو سزا دے گا اور اگر وہ نہیں ہے تو تم کیوں کسی کو بے قصور سزا دو۔ اب کہئے آپ کو کونسا الہام ہو گیا اسی کا نام بدگمانی ہے جو سخت جرم ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ جب مسلمان پر بدگمانی گناہ ہے تو صحابیِ رسول پر بدگمانی بدترین گناہ۔

اعتراض (۸): ۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے بھی تھے اور لوگوں سے گالیاں دلواتے بھی تھے۔ چنانچہ "مسلم شریف" میں حضرت سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ مجھ سے امیر معاویہ نے ایک دفعہ کہا مَا مَنَعَکَ اِنَّ تَسُبَّ أَبَا تُرَابٍ تم علی کو گالی کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعد نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کے متعلق تین باتیں سنی ہیں کبھی انہیں گالی نہ دوں گا۔ ایک یہ کہ حضور نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا م "میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون"، دوسرے یہ کہ حضور نے خیبر کے دن فرمایا کہ "میں اسے جھنڈا دوں گا جو اللہ رسول کو پیارا ہے اور اللہ رسول اسے پیارے ہیں"۔ تیسرے یہ کہ جب مباہلہ کی

آیت اتری تو حضور، علی، فاطمہ، حسن وحسین کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

اور ظاہر ہے کہ اہلِ بیت کو گالیاں دینا بھی فسق ہے اور گالی دلوانا بھی فسق لہٰذا امیر معاویہ ﷛ فاسق ہیں۔

جواب:۔ آپ نے حدیث کو صحیح سمجھا نہیں، عربی زبان میں "سب" صرف گالی کو نہیں کہتے بلکہ برا کہنے کو بھی "سب" کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: ﴿وَلاَ تَسُبُّو الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْواً م بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام: ۱۰۸/۶) تم انہیں برا نہ کہو جن کی یہ مشرکین خدا کے سوا پوجا کرتے ہیں ورنہ یہ خدا کو بے علم برا کہیں گے۔

یہاں "سب" کا معنی گالیاں نہیں کیوں کہ صحابہ کرام فحش گالی نہیں دیا کرتے تھے بہت بڑے مہذب بزرگ تھے یہاں "سب" کے معنی برا کہنا ہے، سرکار فرماتے ہیں: فَأَيَّ مُسْلِمٍ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ لَهُ زَكٰوةً وَ رَحْمَةً پس جس مسلمان کو میں لعنت کروں یا برا کہوں تو اس کے لئے پاکی اور رحمت بنا دے۔

یہاں "سب" کے معنی گالی دینا نہیں کیوں کہ آقائے دوجہان ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی گالی نہ آئی نہ آسکتی تھی۔ امیر معاویہ نے حضرت سعد کو سیدنا علی کو گالی دینے کا حکم نہ دیا بلکہ وجہ پوچھی کہ تم علی مرتضی کی کوئی غلطی یا خطا کیوں نہیں بیان کرتے اور منشا یہ تھا کہ حصرت سعد حضرت علی کے فضائل بیان کریں اور حضرت علی کو برا کہنے والے لوگ سنیں اور آئندہ اس برا کہنے سے باز رہیں، اسی لئے حضرت سعد نے جب حضرت علی کے فضائل بیان کئے تو امیر معاویہ خاموش رہے۔ اگر برا کہلوانا مقصود ہوتا تو کچھ عیوب سچے جھوٹے بنا کر آپ ہی بیان کردیتے مگر ایسا نہ کیا۔ صحابہ کرام کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہئے اور اس قسم کی روایات میں تاویل کرنا چاہئے اگر آیات و احادیث کے ظاہری معنی ہر جگہ کئے جائیں تو ہزارہا اعتراضات خود اللہ تعالیٰ پر اور تمام پیغمبروں پر ایسے وارد ہوں گے کہ مسلمان کے ایمان کا ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء" میں دیکھو۔

اعتراض (۹):۔ امیر معاویہ ﷛ کو حضور ﷺ نے بددعا دی۔ چنانچہ "مسلم شریف" میں عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک بار مجھے حضور نے حکم دیا کہ معاویہ ﷛ کو بلاؤ میں بلانے گیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے، میں نے آکر یہ عرض کردیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ معاویہ کو بلاؤ جب میں گیا تو وہ کھانا ہی کھا رہے تھے، میں نے عرض کیا حضور وہ کھانا کھا رہے ہیں تو فرمایا: لاَ اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے اور حضور کی دعا بھی قبول ہے اور بددعا بھی امیر معاویہ کو حضور کی بددعا لگی ہے۔

جواب:۔ معترض نے اس حدیث کے سمجھنے میں غلطی کی کم از کم یہ ہی سمجھ لیا ہوتا کہ جو اخلاقِ مجسم ﷺ گالیاں دینے والوں، پتھر مارنے والوں کو بھی بددعا نہیں دیتے وہ محبوب رحمۃ للعالمین ﷺ اس موقع پر امیر معاویہ کو بلا قصور کیوں بددعا دیتے۔ کھانا دیر تک کھانا نہ شرعی جرم ہے نہ قانونی پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ ﷛ سے یہ کہا بھی نہیں کہ آپ کو سرکار بلا رہے ہیں۔ صرف دیکھ کر خاموش واپس آئے اور حضور سے واقعہ عرض کردیا۔ پھر امیر معاویہ کا یہ قصور نہ خطا اور حضور یہ بددعا دیں یہ ناممکن ہے۔ اتنا غور کر لینے سے ہی اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

اب اپنے اعتراض کا جواب سنو محاورۂ عرب میں اس قسم کے الفاظ پیار و محبت کے موقع پر بھی بولے جاتے ہیں۔ ان سے بددعا مقصود نہیں ہوتی۔ رب کریم فرماتا ہے: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانَ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً﴾ (الأحزاب: ۷۲/۳۳) ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور اسے انسان نے اٹھا لیا، بےشک انسان ظالم و جاہل ہے۔

کہئے انسان نے امانت الٰہیہ کا وہ بوجھ اٹھایا جسے آسمان و زمین اور پہاڑ نہ اٹھا سکے اور رب نے انسان کو ظالم و جاہل کا خطاب دیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں یہ کلمات غضب کے لئے نہیں بلکہ کرم کے لئے ارشاد ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوذر کو ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: "عَلٰى رَغْمِ أَنْفِ أَبِيْ ذَرٍّ" ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ کسی سے سرکار نے فرمایا

"ثَکِلَتْکَ أُمُّکَ" تجھے میری ماں روئے۔ کسی کے لئے فرمایا قَـاتَـلَـهُ اللّٰهُ اسے خدا غارت کرے۔ اپنی ایک زوجہ مطہرہ کے متعلق جب حج میں پتہ لگا کہ انہیں ماہواری آ گئی ہے وہ طواف وداع نہیں کرسکتیں تو فرمایا۔ عَـقْـرٰی، حَـلْقٰی منڈی، باندھ وغیرہ، ان سب مواقع پر اظہار پیار ہے نہ کہ بددعا۔ جیسے ہماری اردو میں بھی بچوں کو پیار میں کہہ دیتے ہیں ارے پاگل، ارے تو مر جائے، اے تجھے موت کو دے دوں۔ پنجاب میں بچوں سے پیار میں کہتے ہیں۔ "اے دُڑ جانیے، اے اوڈ پڑ جانیے" ایسے ہی ہے۔

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ حضور نے امیر معاویہ ؓ کو بددعا ہی دی تو بھی یہ بددعا امیر معاویہ کے لئے دعا بن کر لگی۔ اسی دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہ کو اتنا بھرا اور اتنا مال دیا کہ انہوں نے سینکڑوں کا پیٹ بھر دیا۔ ایک ایک شخص کو بات بات پر لاکھوں روپیہ انعام دیئے کیوں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب سے عہد لے لیا تھا کہ مولیٰ اگر میں کسی مسلمان کو بلاوجہ لعنت یا بددعا کر دوں تو اسے رحمت، اجر اور پاکی کا ذریعہ بنا دینا۔ یہ حدیث "مسلم شریف" کے کتاب الدعوات میں سے مروی ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ "اے مولی! جس کسی کو برا کہہ دوں تو قیامت میں اس کے لئے اس بددعا کو قرب کا ذریعہ بنا"۔

اعتراض (۱۰):۔ امیر معاویہ ؓ او یزید میں کیا فرق ہے جو یزید نے کیا۔ وہ امیر معاویہ نے کیا۔ گھر ایک خاندان ایک، کام ایک۔ ایک نے بھی اہلِ بیت کو ستایا اور امیر معاویہ نے بھی تم یزید کو مردود اور پلید کہتے ہو امیر معاویہ کو ؓ یا تو یزید کی بھی تعظیم کرو یا امیر معاویہ کی بھی مخالفت۔

جواب:۔ یہ فرق تو امام الشہداء شہیدِ کربلا امام حسین ؓ سے پوچھو کہ اس جناب نے امیر معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور امام حسن ؓ کی صلح پر کوئی اعتراض نہ کیا لیکن یزید کے مقابلہ میں سر دے دیا، ہاتھ نہ دیا حالانکہ امیر معاویہ کے مقابلہ کے موقع پر بہت بڑا لشکر جرار آپ کے ہمراہ تھا اور یزید کے مقابلہ کے موقع پر مسافرت بے کسی، بے یاری تھی اتنی مجبوریوں کے باوجود اس مردود سے صلح نہ فرمائی، اسی فرق کے ہم قائل ہیں اور اگر ہم سے ہی پوچھنا ہے تو سنو۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ یزید پلید صرف اپنی حکومت اور تخت و تاج کی خاطر ہوائے نفس کے لئے اہلِ بیتِ اطہار کے مقابل آیا۔ شرعی قانون کے لحاظ سے اسے خلیفہ بنانا جائز نہ تھا کیوں کہ فاسق و فاجر تھا اور امیر معاویہ کی یہ مخالفت ایک شرعی مسئلہ کے متعلق غلط فہمی کی بنا پر تھی اور آپ شرعی حیثیت سے مسلمانوں کے امیر بن سکتے تھے کیوں کہ وہ صحابی رسول متقی، عادل، ثقہ تھے۔ یزید کے مقابلہ میں امام کو شرعی مجبوری تھی یہاں نہ تھی، لہٰذا فرق ظاہر ہے۔

جیسے برادرانِ یوسف علیہ السلام اور قابیل کہ ان دونوں نے اپنے بھائی کو ستایا۔ والد کو دکھ پہنچایا مگر برادرانِ یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کا قرب حاصل کرنے کے لئے کہ جب یوسف علیہ السلام یہاں نہ رہیں گے تو پھر آپ لامحالہ ہم سے محبت فرمائیں گے اور قابیل نے خواہش نفسانی کے ماتحت۔ اقلیما لڑکی حاصل کرنے کے لئے، کام تقریباً یکساں تھے مگر نیت و ارادے میں فرق ہونے کی وجہ سے برادرانِ یوسف علیہ السلام محبوب رہے اور قابیل مردود۔
مصرع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اعتراض (۱۱): ہم امیر معاویہ ؓ کو صحابی رسول نہیں مانتے کیوں کہ صحابی میں شرط یہ ہے کہ وہ آخری دم تک ایمان پر قائم رہیں امیر معاویہ ؓ مرتد ہو گئے تھے۔ (نعوذ باللہ) کیونکہ اہلِ بیت کی توہین و عداوت کفر ہے لہٰذا امیر معاویہ ؓ صحابی نہیں اور نہ ان پر صحابہ کرام کے فضائل کی آیات و احادیث چسپاں ہوسکتی ہیں اور نہ انہیں متقی، عادل، ثقہ وغیرہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تمام صفات صحابیت پر موقوف تھیں۔

جواب:۔ امیر معاویہ ؓ کے ایمان کے انکار سے تم اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کیوں کہ اب سوال یہ ہوگا کہ شریعت میں مرتد کا حکم قتل ہے اگر مرتد کو قوت حاصل ہے تو اس کا حکم جنگ ہے یہاں تک کہ یا وہ مارے جائیں یا اسلام لے آئیں، مرتد کا مال غنیمت ہوگا، مرتد کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائیں گے، مرتد سے جزیہ نہ لیا جائے گا، مرتد سے صلح ہو نہیں سکتی، مرتد کے ہاتھ پر

بیعت نہیں ہوسکتی۔

مسیلمہ کذاب مرتد نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اگر آپ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنا دیں تو میں دعویٰ نبوت چھوڑ دوں۔ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تو مجھ سے یہ تر مسواک بھی مانے تو میں تجھے نہ دوں گا۔ خلافت کیسی" سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے منکرین زکوٰۃ پر بلا دغدغہ لشکر کشی فرمائی، جب وہ بغیر لڑے بھڑے فوراً تائب ہوئے تب چھوڑا۔ پھر انہیں خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب مرتد پر حملہ کیا۔ بڑے معرکہ کا رن پڑا، بہت مسلمان شہید ہوئے اور آخر کار مسیلمہ جہنم میں پہنچا۔ مسیلمہ کا مال غنیمت میں تقسیم ہوا اور ان کے قیدی لونڈی غلام بنائے گئے چنانچہ خولہ بنت جعفر حنفیہ جو اسی جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ علی مرتضیٰ کو لونڈی بنا کر دی گئیں جن کے بطن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق نے ان مرتدین سے صلح فرمانے کا خیال بھی نہ فرمایا۔ قرآن کریم نے اسی جنگ صدیقی کی پیش گوئی اس طرح فرمائی تھی۔

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ج فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ج وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح: ۱۶/۴۸) فرمادیجئے پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہ عنقریب تم سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے جنگ کرو یا وہ اسلام لے آئیں پس اگر تم نے اطاعت کی تو تم کو اللہ اچھا ثواب دے گا اور اگر تم نے ایسے ہی روگردانی کی جیسی اس سے پہلے کی تھی تو تم کو دردناک عذاب دے گا۔

اس آیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ خلافتِ صدیقی برحق ہے اور اس دورِ خلافت میں ان مرتدین سے یہ جنگ برحق ہے، دوسرے یہ کہ مرتد سے جزیہ لینا، صلح کرنا وغیرہ ناممکن ہے صرف جنگ یا اسلام۔ تیسرے یہ کہ ابوبکر صدیق کی اطاعت فرض ہے اور ان سے روگردانی کرنا عذابِ الٰہی کا باعث ہے۔

خیال رہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب کہ خیبر بھی فتح ہو چکا تھا۔ اس

آیت کے نزول کے بعد حضور نے صرف جنگِ حنین کی مگر اس میں مخالفین کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی لہٰذا اس آیت میں جنگ یمامہ ہی مراد ہے جو صدیق اکبر کے زمانہ مین واقع ہوئی اور وہ لوگ مرتدین تھے اس لئے حکم ہوا ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کرلیں۔ نہ صلح کا ذکر نہ جزیہ کا بہرحال مرتدین کا حکم صرف قتال یا اسلام ہے۔

امیر معاویہ ؓ کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ کی مگر ان کے مال پر قبضہ نہ کیا، ان کو قیدی نہ بنایا بلکہ حکم دیا تھا کہ امیر معاویہ کا کوئی سپاہی بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہ کرو، ان کے مال پر قبضہ نہ کیا۔ ان کے سپاہیوں کو غلام یا قیدی نہ بنایا، ان کے ساتھ خوارج یا کفار کا سا سلوک نہ کیا۔ امام حسن ؓ نے پھر اس پر صلح فرمائی کہ خلافت سے بالکل ہی دست بردار ہوگئے اور تمام ممالک اسلامیہ کے امیر معاویہ ؓ واحد خلیفہ ہوگئے۔ امام حسن ؓ، امام حسین ؓ، تمام اہلِ بیتِ اطہار ازواجِ مطہرات، تمام صحابہ کرام نے امیر معاویہ ؓ کی بیعت قبول کرلی۔

کہو کیا ان حضرات کو قرآن کے اس حکم کا انکار تھا، کیا ان بزرگوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا معاملہ مسیلمہ کذاب سے اور صدیق اکبر ؓ کا برتاؤ مسیلمہ والوں سے موجود نہ تھا بتاؤ پھر قرآن کے انکار اور حضور ﷺ کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جنگ صفین وغیرہ بغاوت کی جنگ تھی، ارتداد کی جنگ نہ تھی ذرا ہوش کرو امیر معاویہ کی دشمنی میں اہلِ بیت سے دشمنی نہ کرو، اپنا ایمان سنبھالو۔

اعتراض (۱۲):۔ بعض محدثین نے کہا کہ حدیث میں امیر معاویہ ؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں چنانچہ علامہ مجد شیرازی نے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام بخاری نے دیگر صحابہ کرام کے متعلق فرمایا۔ مناقب فلاں یا فضل فلاں مگر امیر معاویہ ؓ کے متعلق فرمایا ذکر معاویہ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں۔

جواب:۔ ہم پہلے اب میں امیر معاویہ کے فضائل کی احادیث "ترمذی شریف"، "مسند امام احمد

ابن حنبل" وغیرہما معتبر کتبِ احادیث سے بیان کر چکے ہیں۔ ممکن ہے شیخ مجد یا حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ کو یہ روایات نہ ملی ہوں کسی محدث کا حدیث سے بےخبر رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث موجود ہی نہ ہو۔

امام بخاری نے سیدنا اسامہ ابن زید، عبداللہ ابن سلام، جبیر ابن مطعم وغیرہ جلیلۃ الشان صحابہ کے مناقب کے باب باندھے تو یہ ہی فرمایا یا باب ذکر فلاں یہ عبارت کا تفنن ہے کہ کہیں فضائل فرما دیا اور کہیں ذکر فرمایا نیز ذکر سے مراد ذکر بالخیر ہے۔ ذکر بالخیر بھی فضیلت ہی ہوتی ہے۔

اعتراض (۱۳):۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ "عمار کو جماعت باغیہ قتل کرے گی۔ عمار انہیں جنت کی طرف بلاتے ہوں گے مگر وہ جماعت عمار کو دوزخ کی طرف بلائے گی"۔ اس جنگِ صفین میں حضرت عمار علی مرتضی کے ساتھ تھے اور لشکر امیر معاویہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی اور ان کے ہمراہی جنتی ہیں اور امیر معاویہ اور ان کے ہمراہی دوزخی۔

جواب:۔ واقعی امیر معاویہ اور ان کے تمام ساتھی حضرت علی ؓ کے مقابلہ میں باغی تھے۔ حضرت علی امام برحق خلیفہ مطلق تھے، ہر سنی کا یہ ہی عقیدہ ہے جو شخص غلطی میں مبتلا ہو کر امام برحق کا مقابلہ کرے وہ باغی ہے۔ انشاءاللہ اس کی معافی ہو جائے گی لیکن جو امام برحق کی حقانیت جانتا ہو پھر امام برحق کے مقابل آجائے یا مقابلین کے ساتھ مل جائے وہ خارجی ہے اور خارجی دوزخی۔ حضرت عمار ؓ کو حضرت علی ؓ کی حقانیت پر یقین تھا۔ اب اگر وہ اس یقین کے باوجود امیر معاویہ کے ساتھ ہوتے تو وہ باغی نہ ہوتے بلکہ خارجی ہوتے اور خارجی جہنمی ہیں۔ ورنہ بتاؤ کہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، محمد ابن طلحہ جو تمام مبشرین میں داخل ہیں یقیناً جنتی ہیں مگر وہ حضرات بھی امیر المومنین علی ؓ کے مقابل ہوئے اور شہید ہوئے۔

اگر حنفی ہوتے ہوئے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے تو اس کی نماز لوٹانے کے قابل ہے اور اگر شافعی یہ ہی کرے تو اس کی نماز درست ہے۔ فرق یہ ہے کہ حنفی نے سورہ فاتحہ پڑھی اسے

ناجائز سمجھتے ہوئے لہٰذا مجرم ہوا۔ شافعی نے سورہ فاتحہ پڑھی اسے واجب سمجھتے ہوئے لہٰذا اس کی نماز درست ہوئی۔ تمام اجتہادی مسائل کا یہی حکم ہے جیسے جنگل میں سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو وہ غور وخوض کر کے اپنی رائے پر عمل کر کے نماز پڑھے، اس کی نماز درست ہے اگرچہ غیر قبلہ کی طرف پڑھی ہو لیکن جو اپنی رائے کے خلاف نماز پڑھے اس کی نماز فاسد ہے اگرچہ صحیح قبلہ کی طرف ہی پڑھی ہو۔

اعتراض (۱۴): ایک دفعہ امیر معاویہ ؓ اپنے کندھے پر یزید مردود کو لئے جا رہے تھے تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جہنمی پر جہنمی جا رہا ہے معلوم ہوا کہ یزید بھی دوزخی ہے اور امیر معاویہ ؓ بھی (نعوذ باللہ)

جواب:۔ ماشاءاللہ یہ ہے آپ کی تاریخ دانی اور یہ ہے تواریخ کا حال۔ جناب یزید پلید کی پیدائش خلافتِ عثمانی میں ہوئی، دیکھو "جامع ابن جریر" اور "کتاب الناہیہ" وغیرہما۔ حضور کے زمانہ شریف میں یزید امیر معاویہ کے کندھے پر کیا عالم ارواح سے کود کر آ گیا۔ (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ)

لطیفہ:۔ عام لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مروان ابن حکم کو مدینہ سے طائف نکل جانے کا حکم دیا اور عثمان غنی ؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں مروان کو مدینہ شریف واپس آنے کی اجازت دے دی لہٰذا عثمان غنی ؓ نے حضور کی مخالفت کی۔

ان بھلے آدمیوں کو یہ خبر نہیں کہ مروان حضور ﷺ کی وفات کے وقت چار برس کچھ ماہ کا تھا کیوں کہ اس کی پیدائش غزوۂ خندق کے سال ہوئی، پھر اس کے نکالے جانے کے کیا معنی۔ اس کے باپ حکم کو نکالا گیا۔ یہ اس کے ساتھ گیا۔ اس لئے مروان صحابی نہیں، حکم نے عہدِ عثمان میں اس جرم سے توبہ کر لی جس کی وجہ سے اسے نکالا گیا، توبہ کے بعد تو کافر پر بھی مومن کے احکام جاری ہو جاتے ہیں غرض یہ کہ بغض صحابہ عجیب تماشہ دکھاتا ہے۔

اعتراض (۱۵):۔ "ترمذی شریف" میں ہے کہ نبی ﷺ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ ثقیف، بنو حنیفہ، بنو امیہ اور امیر معاویہ بنو امیہ میں سے ہیں تو یہ بھی حضور ﷺ کو ناپسند ہوئے۔

جواب :۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی، دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی بنوامیہ میں سے ہیں تو اگر معاذ اللہ قبیلہ بنوامیہ کا ہر فرد بشر سرکار ﷺ کو ناپسند ہوتو ان حضرات کے متعلق کیا کہو گے کہ حضرت عثمان غنی جلیل القدر عظیم الشان صحابی اور دو صاحبزادیاں حضور کی آپ کے نکاح میں آئیں۔ کسی شخص کو کبھی پیغمبر کی دو صاحبزادیاں نکاح میں میسر نہ ہوئیں اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے اور عمر ابن عبدالعزیز جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جن کی عظمت پر دنیائے اسلام متفق ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ کسی قبیلہ یا کسی شہر کے ناپسند ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کا ہر فرد بشر ناپسندیدہ اور کسی شہر یا قبیلہ کے محبوب ہونے کے معنی یہ نہیں ہوے کہ اس کا ہر فرد بشر محبوب ہے حضور کو مکہ مکرمہ پیارا تھا تو یہ مطلب نہیں کہ ابوجہل ابولہب وغیرہ کفار مکہ بھی حضور کو پیارے تھے یا حضو مدینہ منورہ محبوب تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مدینہ کے سارے منافق عبداللہ ابن ابی وغیرہ بھی محبوب تھے اسی طرح نبی ﷺ کو نجد کا علاقہ ناپسند تھا کہ اس کے لئے دعا نہ فرمائی تو یہ مطلب نہیں کہ علاقہ نجد کے مخلص مومن بھی مبغوض تھے۔

چونکہ ان تینوں قبیلوں میں بعض بڑے مفسد پیدا ہوئے ان کی وجہ سے اس قبیلہ کو ناپسندیدگی کا تمغہ ملا۔ چنانچہ بنی ثقیف میں مختار ابن عبید اور حجاج ابن یوسف جیسے ظالم ہوئے۔ قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین مرتدین ہوئے۔ بنوامیہ میں یزید پلید اور عبیداللہ ابن زیاد جیسے فاسق، فاجر، ظالم، مردود ہوئے۔ چونکہ یہ لوگ مبغوضِ بارگاہ اور مردود تھے اور ان قبیلوں میں تھے اس لئے ان قبائل کو ناپسند فرمایا اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو "ترمذی شریف" میں اسی جگہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک مہلک ہوگا"۔ چنانچہ جھوٹا تو مختار ابن ابی عبید ہوا اور مہلک ظالم حجاج ابن یوسف ہوا۔

آج ہم ایک خواجہ غریب نواز کی وجہ سے اجمیر کو اجمیر شریف کہتے ہیں اور بعض بے

وفاؤں کی وجہ سے کوفہ کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اجمیر شریف کے ہندو بھی اشرف ہوں اور کوفہ کے ابراہیم علیہ السلام یا نوح علیہ السلام یا حضرت علی مرتضی پر زبان طعنہ دراز کی جائے غرض یہ کہ یہ اعتراض بہت لچر اور پوچ ہے۔

اعتراض (۱۶):۔ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ میرے بعد خلافت تیس (۳۰) سال تک ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی (ترمذی، احمد، ابوداؤد) یہ تیس سال امام حسن پر پورے ہوگئے چنانچہ صدیق اکبر کی خلافت قریبا دو سال عمر فاروق کی دس سال، عثمان غنی کی بارہ سال، حضرت علی کی تقریباً چھ سال، بقیہ چھ ماہ امام حسن نے پورے فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ کی خلافت برحق نہیں۔

جواب :۔ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ خلافت کبھی تو خلافت راشدہ کو کہتے ہیں جو علی منہاج النبوت ہو اور کبھی مطلق، سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں۔ یہ ہی خلیفہ کا حال بھی ہے۔ اس حدیث میں خلافت سے مراد خلافت راشدہ ہے۔ ہم سب اہلِ سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کی مدت تیس (۳۰) سال تھی جو حضرت امام حسن پر پوری ہوگئی پھر امیر معاویہ اسلام کے پہلے سلطان ہوئے اور قیامت تک تمام سلاطینِ اسلام سلطان ہی ہوں گے۔ کوئی خلیفہ راشد نہ ہوگا اور دوسرے معنی سے یہ اسلامی سلطان خلیفہ ہے جیسے کہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ بارہ خلفاء تک اسلام عزیز رہے گا۔ تمہارا یہ اعتراض تب ہوسکتا تھا جب ہم امیر معاویہ کو خلفاءِ راشدین میں شمار کرتے ہوتے۔ لہٰذا یہ اعتراض ہم پر وارد نہیں۔

اعتراض (۱۷):۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو انہیں قتل کر دو۔ اس حدیث کو امام ذہبی نے نقل کیا اور صحیح بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ یہ لائق گردن زدنی ہے۔

جواب :۔ اس کا جواب اس کے سوا کیا دیا جائے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کسی جھوٹے نے

حضور ﷺ پر بہتان باندھا اور امام ذہبی پر افترا کیا۔ سرکار فرماتے ہیں کہ "مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ باندھے، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے"۔ خدا کا خوف چاہئے امام ذہبی نے تردید کے لئے یہ حدیث اپنی تاریخ میں نقل فرمائی اور وہاں ساتھ ہی فرمادیا کہ یہ موضوع یعنی گھڑی ہوئی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور کو یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی خود ہی اپنے زمانہ میں قتل کرا دیا ہوتا۔ پھر تمام صحابہ اور تابعین اور اہلِ بیت نے یہ حدیث سنی مگر عمل کسی نے نہ کیا۔ بلکہ امام حسن نے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کر کے ان کے لئے منبر رسول کو بالکل خالی کر دیا اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کے علم و عمل کی تعریفیں فرمائیں۔ انہیں مجتہد فی الدین قرار دیا۔ ان میں سے کسی کو یہ حدیث نہ پہنچی چودہ سو برس کے بعد تمہیں پہنچ گئی۔

خاتمہ:۔ آخر میں ہم اپنے سنی بھائیوں کی خدمت میں چند ہدایات عرض کرتے ہیں اگر ان کا خیال رکھا گیا تو انشاءاللہ تعالیٰ دولتِ ایمان محفوظ رہے گی۔ اس زمانہ میں بہت خوش نصیب وہ ہے جو دنیا سے ایمان سلامت لے جائے۔

پہلی ہدایت:۔ ایمان کے لئے محبت اہلِ بیتِ اطہار اور اطاعت صحابہ کبار کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے پرندے کے لئے دو بازو یا گاڑی کے لئے دو پہیے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک سے محروم رہا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "میرے سارے صحابہ تارے ہیں جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے" اور فرمایا محبوب ﷺ نے کہ "میرے اہلِ بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے علیحدہ رہا ڈوب گیا"۔ جیسے سمندر میں سفر کرنے والے جہاز کی بھی ضرورت ہے اور قطب نما تارے وغیرہ کی بھی۔ ایسے ہی مسافرِ آخرت کو اہلِ بیت کی کشتی اور صحابہ تاروں دونوں کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ اہلِ سنت کا بیڑا پار ہے کہ یہ اہلِ بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور صحابہ کے تابعدار ہیں۔ رَبَّنَا ارْزُقْنَا الْخَاتِمَةَ عَلٰی سُنَّةِ نَبِیِّکَ ﷺ

دوسری ہدایت:۔ اہلِ بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی اطاعت کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے سارے اہلِ بیت سے محبت کرے اور سارے صحابہ کرام سے عقیدت رکھے۔ یاد رکھو کہ ان دو مقدس جماعتوں میں سے ایک کی دشمنی در پردہ سب سے دشمنی ہے جیسے کہ سارے پیغمبروں پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایک کا انکار گویا سب کا انکار ہے۔ مومن ہونے کے لئے سب کو ماننا ضروری ہے ایسے ہی ایمان کے لئے حضور کے سارے صحابہ و اہلِ بیت پر قربان ہونا لازم ہے جو کوئی کہے کہ میں اہلِ بیتِ اطہار میں حضور کی چار صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی فاطمۃ الزہرا کو مانتا ہوں تو ازواجِ پاک میں سے صرف ایک بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مانتا ہوں، تین دامادوں میں سے صرف ایک داماد حضرت علی ؓ کو مانتا ہوں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے صرف ایک پانچ چھ صحابہ کو مانتا ہوں، باقی کی برائیاں کرے وہ اصل میں حضور کو نہیں مانتا بلکہ اس فہرست بنانے والے کو مانتا ہے جس نے یہ لسٹ اپنی رائے سے مرتب کی، کوئی بارہ پر ایمان لایا، کوئی چھ اماموں پر، کوئی صرف تین پر، یہ گنتی اور تعداد کیسی جس مومن نے ایمان کے ساتھ اس جمال جہاں آرا کی ایک بار زیارت کر لی وہ ہماری آنکھوں کا تارا ہے۔ دل کا سہارا ہے۔

اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کبار، اہلِ بیتِ اطہار کی شان کا تو کیا پوچھنا مدینہ پاک کا غبار زخمی دل کا مرہم بے چین دل کا چین ہے۔ ہمارے لئے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کی نعلین شریف سر کا تاج ایسے ہی حضرت فاطمہ زہرا کے قدم کی خاک شریف آنکھوں کا سرمہ ہے۔ جیسے ابوبکر صدیق ؓ تاج العلماء اول خلفاء ہیں ویسے ہی حضرت علی مرتضیٰ خاتم الخلفاء قاسمِ ولایتِ اولیاء ہیں۔ حضور ﷺ کی سچی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کو اس ذات کریم سے نسبت ہو اس سے ہم کو محبت اور وارفتگی ہو۔ مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کا کتا پیارا، مومن کو جنابِ مصطفیٰ کے مدینہ کے کانٹے پیارے۔ مومن کو فہرست اور لسٹ سے کیا کام

عاشقاں راچہ کار باتحقیق   ہر کجا نام اوست قربانم

تیسری ہدایت:۔ صحابہ کرام سے قبلِ اسلام جو کچھ صادر ہوا بعد اسلام جو خطائیں واقع ہوئیں

اور رب تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان فرما دیا اب ان کا ذکر کرنا بہ نیتِ توہین ایمان کے خلاف ہے۔ حضرت ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایمان لانے سے پہلے بہت جنگیں کیں۔ حضرت وحشی نے قبل ایمان حضرت حمزہ کو شہید کیا۔ ہندزوجۂ ابوسفیان نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش شریف کی بے حرمتی کی، بعد میں یہ لوگ مومن ہوگئے۔ خود نبی کریم ﷺ نے ان بزرگوں کو معافی دے دی اور ان کو عزت و مال عطا فرمائے تو ہم کلیجہ پھاڑنے والے کون، کیا ہمارے دل میں حضور سے زیادہ ان کا درد ہے؟

جیسے کہ انبیاء کرام سے لغزشیں ہوئیں، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے خطائیں ہوئیں لیکن ان کی معافی کا اعلان قرآن و حدیث میں ہوگیا۔ حضرت زلیخا سے برا ارادہ واقع ہوا پھر ان کی توبہ کا اعلان بھی ہوگیا۔ اب ہم کو یہ حق نہیں کہ ان مقدس بزرگوں کی خطائیں اہانۃً بیان کر کے اپنا ایمان خراب کریں۔ ہماری نگاہ ان خطاؤں پر نہ ہونی چاہئے بلکہ ان نسبتوں پر ہونی چاہئے، ہم یہ نہ دیکھیں کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام یا حضرت زلیخا نے کیا کیا۔ ابوسفیان، وحشی و امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے کیا کیا۔ ہماری نظر اس پر ہونی چاہئے کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام نبی زادے نبی کے بھائی ہیں۔ زلیخا پیغمبر کی زوجہ ہیں۔ ابوسفیان اور وحشی سید الانبیاء ﷺ کے صحابی تمام اولیاء و علماءِ امت سے بہتر ہیں، ساری امت کے سردار ہیں۔

چوتھی ہدایت:۔ بہتر یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام کی آپس کی شکر رنجیوں اور خانہ جنگیوں کا ذکر ہی نہ کریں اور اگر ضروری کرنا پڑ جائے تو تمام کا ذکر خیر سے کریں کہ ان سب کی خیریت کی گواہی قرآن کریم نے دی ہے۔ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ خبردار نہیں ہیں۔ رب نے ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے ان کے ایمان دار ہونے، ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

اگر ہمارے والد اور چچا میں شکر رنجی یا جنگ ہوجائے تو ہماری سعادت مندی یہ ہے کہ ان دونوں کا احترام کریں، وہ آپس میں پھر مل جائیں گے لیکن ہم بے ادبی کر کے دونوں طرف سے مارے جائیں گے۔ امیر معاویہ اور حضرت علی مرتضیٰ دونوں بھائی بھائی کی طرح جنت میں

ہوں گے، ہم ان میں سے کسی کو برا کہہ کر کیوں منہ کالا کریں۔ ایمان کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی ڈگری، امیر معاویہ کی معافی، اسی پر تمام اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔

پانچویں ہدایت:۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ تا قیامت سادات کرام کا ادب و احترام کرے اور یہ سمجھے کہ یہ حضرات ہمارے ان پیغمبر کی اولاد ہیں جن سے ہم کو کلمہ ملا، ایمان ملا، قرآن ملا بلکہ یوں کہو کہ ان سے ہمیں رحمٰن ملا۔ ہم کبھی بھی ان کے حق سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اس مقدس اور شریف نسب میں بہت سی خصوصیات ہیں۔ یہ سید الانبیاء کی اولاد ہیں اور رب تعالیٰ نیک باپ دادوں کے طفیل پر کرم فرماتا ہے۔ رب نے فرمایا: ﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحاً﴾ (الکھف: ۸۲/۱۸) ان دو بچوں کا باپ نیک تھا

ان حضرات پر زکوۃ اور صدقہ واجبہ حرام ہے کیوں کہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے۔ ساری قومیں گمراہ ہوسکتی ہیں مگر سارے سید کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے کیوں کہ یہ حضرات ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے یہ دعا فرمائی تھی: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۲۸) اور ہماری اولاد میں اپنی اطاعت شعار جماعت رکھ۔

امام مہدی سید ہی ہوں گے جن کے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نماز پڑھیں گے اور جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ان سادات پر ہم ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

"صواعق محرقہ" میں فرمایا کہ خلافت ظاہری اگرچہ اہلِ بیتِ اطہار سے منتقل ہوگئی مگر خلافت باطنی تا قیامت سادات میں رہے گی چنانچہ ہر زمانہ میں قطب الاقطاب سید ہی ہوگا۔ سید حضرات حبل اللہ المتین ہیں جیسا کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ غرض کہ سادات کرام کا ادب و احترام ایمان کا رکن اول ہے حتی کہ اگر سید سے کوئی گناہ ہوجائے تو ہم اس گناہ کو برا سمجھیں سید کو برا نہ سمجھیں۔ اگر حاکم اسلام کے پاس کوئی سید ایسے جرم میں ماخوذ ہوکر آئے جس سے شرعی سزا قائم کرنا لازم ہے تو حاکم وقت یہ سمجھ کر حد شرعی اس پر جاری کرے کہ شاہزادہ کے پاؤں میں کیچڑ

لگ گئی ہے میں اسے صاف کر رہا ہوں۔غرض کہ سادات کرام کا انتہائی ادب چاہئے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَرْزُقْنَا حُبَّ اٰلِ رَسُوْلِکَ ﷺ

ہم نے سادات کرام کے طیب و طاہر نسب شریف کے فضائل میں مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "الکلام المقبول فی شرافت نسب الرسول"، اس کا مطالعہ کرو۔

چھٹی ہدایت:۔ خیال رہے کہ سادات کرام کی دادھیال اہلِ بیتِ اطہار سے ملتی ہے یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ان کی نانہیال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے کیوں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فردہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق ہیں۔(صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰) اسی لئے کسی نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ آپ ابوبکر صدیق کو کیا فرماتے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اے سالم! کیا کوئی اپنے نہیال یا نانا کو بھی برا کہہ سکتا ہے۔ابوبکر میرے نانا ہیں جو ان سے بغض رکھے اللہ اسے نبی ﷺ کی شفاعت نصیب نہ کرے۔(دیکھو "صواعق محرقہ" صفحہ ۳۲) اس لحاظ سے تمام مسلمانوں کو سادات کرام کے دادھیال اور نانہیال کا ادب کرنا چاہئے۔

امام جعفر صادق کا شجرہ والد کی طرف سے یہ ہے: امام جعفر ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔اور آپ کا نسب نامہ والدہ کی طرف سے یوں ہے۔امام جعفر صادق ابن فردہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہم تو آپ حضرت علی کے چوتھے پوتے اور حضرت ابوبکر صدیق کے چوتھے نواسے ہیں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے۔

ساتویں ہدایت:۔ بعض حضرات بے خبری میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم حضور کی آل ہیں تم لوگ حضور کی امت ہو تمہیں نیک اعمال کرنے چاہئیں، ہم کو ضرورت نہیں۔یہ بہت ہی بری بات ہے اولاً تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہم حضور کی امت نہیں یہ اپنے کفر کا اقرار ہے اور اقرار کفر بھی کفر ہے ہر مومن حضور کا امت اجابت ہے اور ہر مخلوق حضور کی امت دعوت ہے۔امت نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ میں مسلمان نہیں۔تمام صحابہ تمام ازواج، اولاد بلکہ خود حضور کے والدین کریمین

حضور کی امت ہیں اور سب کے لئے حضور کا امتی ہونا فخر ہے۔

نیز کوئی شخص موت سے پہلے اعمال سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا خود آقائے دو جہاں ﷺ اعمال کرتے تھے اور خود حضرت علی و فاطمہ زہرا حضرات حسنین نیک اعمال کے سختی سے پابند تھے۔ سرکار ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا تھا کہ "اے فاطمہ! ایسا نہ ہو کہ لوگ قیامت میں اعمال لے کر آئیں اور تم صرف نسب"، حضرت حسین نے شہادت کے وقت تک نماز پڑھی حتی کہ سجدہ میں سر دیا۔اب ان سے بڑھ کر کون ہے جسے اعمال کی ضرورت نہ رہی؟

بلکہ حضور کی اولاد کو نیک اعمال زیادہ چاہئیں تا کہ ان کا عمل ان کے آباؤ اجداد کی زندگی شریف کا نمونہ ہو۔دیکھنے والے کہیں کہ جن کی اولاد ایسی پاکباز ہے وہ خود کیسے ہوں گے۔یاد رہے کہ ریل کا مسافر خواہ فرسٹ کا ہو یا تھرڈ کا۔انجن کی اور ریلوے لائن پر رہنے کی سب کو ضرورت ہے بلکہ فرسٹ کا مسافر زیادہ کرایہ ادا کرتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو فرسٹ کا مسافر ہوں نہ ریلوے لائن کا محتاج نہ مجھے انجن کی ضرورت نہ میں کرایہ ادا کروں۔حضور ﷺ اسلام کے چلانے والے ہیں اسلام لائن ہے اور اعمال گویا کرایہ ہے۔

آٹھویں ہدایت:۔ اہلِ بیت کی محبت دو طرح کی ہے سچی اور جھوٹی، سچی محبت نجات کا ذریعہ ہے، جھوٹی محبت ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔عیسائیوں نے عیسیٰ سے اور یہودیوں نے عزیز علیہم السلام سے جھوٹی محبت کی کہ عیسائیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ہم کو اعمال کی ضرورت نہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی پر چڑھ جانا ہم سب کے گناہوں کا کفارہ ہو چکا۔یہود نے عزیز علیہ السلام کو رب کا بیٹا مانا یہ بھی جوشِ محبت میں ہی تھا۔بتاؤ اس غلط محبت سے وہ مومن ہوئے، ہرگز نہیں۔

اہلِ بیت کی سچی محبت یہ ہے کہ دل ان پر فدا ہو۔ان کی اتباع میں ان کے اعمال کرنے کی کوشش ہو۔نماز کی سخت پابندی کی جائے، صبر و شکر کا دامن کبھی نہ چھوڑے۔ان کے نقشِ قدم کو اپنے لئے رہبر بنائے۔عاشورہ کے دن رات کو نوافل پڑھے، دن میں روزہ رکھے۔اس دن صدقہ

وخیرات کرے، تلاوتِ قرآن میں دن گزارے۔ کفار سے جہاد کے لئے تیار رہے۔ نا اہل کو کبھی
ووٹ نہ دے کہ حضرت حسین ؓ نے یزید کو اپنا ووٹ نہ دیا، سر دے دیا۔ طاغوتی طاقت کے آگے
کبھی نہ جھکے۔ قانونِ اسلامی کو ٹوٹتا ہوا دیکھے تو جان دے دے مگر اسلام کی شان میں فرق نہ آنے
دے۔ مصیبت میں گھبرا نہ جائے، بہرحال ان کی سی زندگی گزارنے کی کوشش کرے۔ اہلِ بیتِ
اطہار کی یہ سچی محبت ہے خواہ زبان سے اس محبت کا اعلان ہو اللہ یہ محبت نصیب کرے۔

مگر جب نماز کا ذکر نہیں، اسلامی صورت نہیں، مسلمان کا سا لباس نہیں، اسلامی اخلاق
نہیں، صرف عاشورہ کے دن سینہ یا سر پیٹ لیا، گھوڑا نکال لیا، ماتم کرلیا، زنجیر سے سینہ زخمی کرلیا اور
سمجھے کہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا، جنت کا ٹکٹ مل گیا، دوستو یہ سچی محبت اہلِ بیت نہیں،
یہ تو یزیدیوں کی نقل ہے۔ امام حسین ؓ کے ہاتھ میں زنجیر نہ تھی تلوار تھی انہوں نے اپنا سینہ نہ کوٹا
تھا۔ یزیدیوں کا سر کچلا تھا، ان کی زبان پر ہائے وائے نہ تھی بلکہ قرآن تھا انہوں نے عاشورہ کے
دن نماز نہ چھوڑی تھی کھانا پینا چھوڑا تھا کاش آج ہمارے ہاتھ میں بجائے زنجیر کے کفار کے مقابلہ
میں تلوار ہوتی۔

لطیفہ:۔ کسی نے حضرت امیر ملت قطب الوقت سید جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہ، کی
خدمت مین عرض کیا کہ بعض لوگ ہمارے ہاں امام حسین ؓ کا مصنوعی جنازہ بنا کر سینے پیٹتے ہیں
تو آپ فرمانے لگے کہ اگر یہ عقل مند یزید کا جنازہ بناتے تو اس پر چار جوتیاں ہم بھی مار آتے۔ پھر
فرمایا کہ اس سے تو ہندو ہی عقل مند رہے کہ وہ دسہرے کے دن دشمن یعنی راون کا تابوت بنا کر
اسے گولی کا نشانہ بناتے ہیں، رام چندر کا جنازہ نہیں بناتے۔ نیز کسی نے حضرت امیر ملت رحمۃ
اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضور سید دوزخ میں جاسکتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا رب تو نہیں چاہتا کہ سید دوزخ
میں جائیں اگر ان میں سے کوئی خود ہی دوزخ میں چھلانگ لگائے تو اس کی مرضی۔

نویں ہدایت:۔ صحابیت وہ درجہ ہے جس کو کوئی غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا، جس کے دلائل گزر
چکے۔ پھر جو خوش نصیب لوگ صحابی بھی ہوں اور حضور کے اہلِ بیت بھی وہ تو نور علیٰ نور ہیں۔ جیسے

حضور کی ازواجِ پاک اور تمام صاحبزادیاں رضی اللہ عنہم اجمعین لیکن وہ حضرات جو صحابی تو ہیں مگر
اہلِ بیت نہیں۔ جیسے حضرات خلفاءِ ثلاثہ یا عام مہاجرین وانصار ان بزرگوں سے زیادہ درجہ والے
ہوں گے جو اہلِ بیت تو ہیں مگر صحابی نہیں۔ جیسے حضور ﷺ کے وہ صاحبزادگان جو ہوش سنبھالنے
سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ کیوں کہ صحابیت بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل
بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہلِ بیت تو صحابی نہیں اور کوئی صحابی اہلِ بیت نہیں وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ
صحابی غیروں کو کہا جاتا ہے جو حضور کے اپنے ہیں وہ صحابہ نہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ؓ تمام صحابہ میں افضل ہیں اور صحابہ سے ان کی وہ ہی
مراد ہوتی ہے جو ہم عرض کر چکے، مگر یہ غلط ہے ابوکر صدیق ؓ بعد انبیاء افضل البشر ہیں دیکھو نبی
کریم ﷺ نے مرضِ وفات شریف میں ابوبکر صدیق ؓ کو اپنے مصلے پر کھڑا کیا اور تمام مسلمانوں کا
امام بنایا اور یہ اتفاقاً نہ تھا بلکہ فرمایا کہ "جس قوم میں ابوبکر ہیں اس میں کسی اور کو امام بننے کا حق ہی
نہیں" اور ظاہر ہے کہ قوم میں امام اس کو بنایا جاتا ہے جو سب سے علم وفضل میں زیادہ ہو۔ رب نے
بھی ابوبکر صدیق کو ابوالفضل یعنی سب سے افضل فرمایا کہ فرمایا: ﴿وَلاَ یَأْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ﴾ (النور: ۲۴/۲۲) خیال رہے کہ **"فضل"** کے بعد **"منکم"** مذکور ہے لیکن
"سعتہ" کے بعد **"منکم"** نہیں۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر فضیلت میں تمام صحابہ واہلِ بیت سے
زیادہ ہیں مگر مالداری میں نہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہ کلی فضیلت کا ذکر تھا۔ نبی جزوی فضیلت میں بعض اہلِ بیت
اطہار صدیق اکبر ؓ سے افضل ہیں جیسے لختِ جگر ہونے، نورِ نظر ہونے، جز و بدن ہونے کی جو
عظمت حضرت خاتونِ جنت کو حاصل ہے وہ صدیق اکبر کو نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ نبی کریم
ﷺ تمام انبیاء سے مطلقاً اور کلی طور پر افضل ہیں لیکن بعض انبیاء کرام میں بعض جزوی خصوصیات
علیحدہ موجود ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا مسجودِ ملائکہ ہونا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر والد
پیدا ہونا۔

دسویں ہدایت:۔حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ اور بی بی خدیجۃ الکبریٰ افضل و اعلیٰ ہیں۔ بی بی عائشہ صدیقہ میں بہت خصوصیات ہیں۔ آپ ہی حضور کو کنواری ملیں۔ آپ ہی تمام ازواج سے زیادہ علم والی کہ بہت سی احادیث آپ سے مروی ہیں اور قرآن حکیم کی فہم بے مثل رکھتی تھیں۔ آپ کے بستر میں حضور پر وحی آتی تھی۔ آپ کو روح الامین سلام عرض کرتے تھے۔ آپ کو کچھ لوگوں نے تہمت لگائی تو رب نے آپ کی عصمت کی گواہی قرآن میں دی۔ یعنی بی بی مریم کو تہمت لگائی تو عیسیٰ علیہ السلام گواہ، یوسف علیہ السلام کو تہمت لگائی تو ایک شیر خوار بچہ گواہ، محبوبۂ محبوب کو تہمت لگائی تو خود رب تعالیٰ گواہ۔ آپ ہی کے سینہ شریف پر حضور کی وفات ہوئی اور آپ کے ہی حجرہ میں حضور تا قیامت جلوہ گر ہیں۔

بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو نبی کریم ﷺ کنوارے ملے۔ حضور نے آپ کی موجودگی میں کوئی اور نکاح نہ کیا۔ آپ نے ہی حضور کے آڑے وقت میں نہایت وفادارانہ طور پر ساتھ دیا۔ آپ ہی کے مال سے اللہ نے حضور کو غنی فرمایا ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلاً فَاَغْنٰى﴾ (الضحی:۸/۹۳) آپ ہی حضور کی تمام اولاد کی ماں ہیں کہ سوا حضرت ابراہیم کے تمام اولاد آپ سے ہے۔ آپ ہی مصطفیٰ ﷺ کی نسل کی اصل اور تمام سادات کرام کی دادی صاحبہ ہیں میں کیا اور میرا منہ کیا کہ ان سرکاروں کے مراتب بیان کرسکوں۔ ان کی قبر انور کے ذرے مسلمانوں کے دل کے قبلہ اور جان کے کعبہ ہیں۔

تمام اولاد پاک میں حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا بہت افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ سید الانبیاء کی لاڈلی، سید الاولیاء شیر خدا کی بانو یعنی گھر کا اجالا ہیں اور سید الشہداء کی ماں حضور کے شجر اولاد کی اصل ہیں۔

حضور کے والدین کریمین طیبین طاہرین حضور کی نبوت کے ظہور سے پہلے وفات پا گئے۔ وہ حضرات اپنی زندگی میں بے گناہ مومن اور اللہ کے مقبول تھے جنہیں رب نے اپنے حبیب ﷺ کے نور کی امانت کے لئے چنا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے انہیں دوبارہ زندہ فرما کر اپنے شرفِ

دیدار سے مشرف فرمایا۔ انہیں اپنا کلمہ پڑھا کر اپنی امت میں داخل فرمایا۔ (شامی) اب وہ حضرات صحابی رسول ہیں۔

چند نشستوں میں یہ چند اوراق سیاہ کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس سیاہی سے میری سیاہ کاری دور فرمائے اور میرے نامہ اعمال کی سیاہی کو دھو دے مجھے قیامت کی روسیاہی سے بچائے۔

میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک صحابی رسول کی ذات شریف سے لوگوں کے مطاعن دفع کروں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ "جو کسی مسلمان کی اس کے پس پشت عزت بچائے تو اللہ اسے قیامت کی ذلت سے بچائے گا" تو جو کوئی حضور کے ایک صحابی کی عزت سے طعن دور کرے تو حضور کے اس وعدے کے مطابق امید ہے کہ رب اسے ذلت و خواری سے دین و دنیا میں بچائے گا۔ فقیر کی یہ حقیر سی تحریر جسے پسند آئے وہ قبول فرمائے اور مجھے دعائے خیر سے یاد کرے اور جسے پسند نہ آئے وہ مجھے برا کہے جناب امیر معاویہ ؓ کو برا کہنے سے باز آئے تب بھی میری محنت ٹھکانہ لگی۔

تتمہ:۔ یہ رسالہ لکھ چکنے کے بعد میرے عزیز ترین شاگرد رشید الحاج سید محمود شاہ صاحب گجراتی سلمہ نے مجھے رائے دی کہ میں اس رسالہ میں حضرت قطبِ ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ العزیز اور حضرت محبوبِ سبحانی غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ارشادات گرامی جو ان بزرگوں نے حضرت امیر معاویہ ؓ اور صحابہ کرام کے متعلق فرمائے ضرور یہاں نقل کر دوں تا کہ برکت کے ساتھ ساتھ استدلال میں قوت بھی حاصل ہو۔ مجھے ان کی عزیز کی یہ رائے بہت پسند آئی۔ میں نہایت فخر سے ان محبوبانِ بارگاہ الٰہی کے ارشادات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ناظرین کرام بغور ملاحظہ کریں اور ایمان تازہ کریں اور سوچیں کہ ان بزرگوں کی عقیدت صحابہ کرام اور امیر معاویہ کے متعلق کیا تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ:۔ قطبِ ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی ؓ جو اکابر اولیاءِ امت میں سے ہیں ان کے مکتوبات شریف مومنوں کی آنکھوں کا نور

دل کا سرور ہیں۔اس" مکتوبات شریف" جلد اول مکتوب پنجاہ و چہارم دفتر اول حصہ دوم صفحہ ۲۸ جوشیخ فرید صاحب کوتحریر فرمایا گیا جس میں بد مذہب کی صحبت سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی اس میں فرماتے ہیں:

"بدترین جمیع فرق مبتدعان جماعہ اند کہ باصحاب پیغمبر بغض دارند اللہ تعالیٰ در قرآن خود ایشاں را کافرمی نامد﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾قرآن وشریعت رااصحاب تبلیغ نمووند اگر ایشاں مطعون باشند طعن درقرآن شریف لازم آید" تمام بدعتی فرقوں میں بدتر فرقہ وہ ہے جوحضور کے صحابہ سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کوکافر کہا ہے کہ قرآن میں فرمایا﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾قرآن اور شریعت کی تبلیغ صحابہ نے کی، اگر خود صحابہ ہی مطعون ہوں تو قرآن اور ساری شریعت میں طعنہ ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی اسی مکتوب شریف میں کچھ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"خلاءفے ونزاعیکہ درمیان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست درصحبت خیر البشر نفوس ایشاں بہ تزکیہ رسیدہ بودند واز امارگی آزاد گشتہ" جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھیں کیوں کہ صحابہ کے نفوس حضور کی صحبت کی برکت سے پاک ہو چکے تھے اور ستانے سے آزاد۔

"ایں قدر می دانم کہ حضرت امیر درآں باب برحق بودند ومخالف ایشاں برخطا بود اما ایں خطا خطاء اجتہادی است تا بحدِ فسق نمیرساند بلکہ ملامت راہم دریں طور خطا گنجائش نیست کہ مخطی را نیز یک درجہ است از ثواب" میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان جنگوں میں علی مرتضی حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ یہاں ملامت کی بھی گنجائش نہیں کیوں کہ خطا کار مجتہد کو بھی ثواب کا ایک درجہ مل جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اسی مکتوبات شریف جلد دوم مکتوبات سی ششم صفحہ ۷۶ میں جو خواجہ محمد تقی صاحب کوحقیقتِ مذہب اہلِ سنت کے بارے میں لکھا گیا اس میں فرماتے ہیں۔

"ہرگاہ اصحاب کرام در بعض امور اجتہادیہ باآں سرور علیہ وعلی الہ الصلوٰات والتسلیمات مخالفت کردہ اند بخلافِ رائے آں سرور علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام حکم نمودہ اند وآں اختلافِ ایشاں مذموم وملام نبودہ منع آن باوجودِ نزولِ وحی نیامدہ مخالفت با امیر در امورِ اجتہادیہ چرا کفر باشد ومخالفان چرا مطعون وملام باشند محارِبان امیر جمِ غفیر اند از اہلِ اسلام واز اجلائے اصحاب اند وبعضے از ایشان مبشر بجنت تکفیر وتشنیع ایشان امر آسان نیست۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِم جب کہ صحابہ کرام بعض اجتہادی چیزوں میں خود نبی کریم ﷺ کی رائے کی بھی مخالفت کرتے تھے اور حضور کی رائے کے مخالف رائے دیتے تھے اور ان کا یہ اختلاف نہ برا تھا نہ ملامت کے قابل اور ان کے خلاف کوئی وحی نہ آئی تو حضرت علی کی مخالفت اجتہادی امور میں کفر کیسے ہوگئی اور علی کے مخالفین پر طعن وملامت کیوں ہے حضرت علی سے جنگ کرنے والے اہلِ اسلام کی بڑی جماعت اور جلیل القدر صحابہ ہیں۔ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت آچکی ہے انہیں کافر کہنا یا ملامت کرنا آسان نہیں ہے۔بہت سخت بات ان کے منہ سے نکلتی ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ، اس طویل مکتوب شریف میں کچھ آگے ارشاد فرماتے ہیں۔غور سے ملاحظہ فرما دیں۔" صحیح بخاری کہ اصح کتب است بعد کتاب اللہ وشیعہ نیز باآں اعتراف دارند فقیر از احمد تبّتی کہ از اکابرِ شیعہ بودہ است شنیدہ ام کہ می گفت کتاب بخاری اصح کتب ست بعد کتابِ اللہ آنجا روایت ہم از موافقان امیر است وہم از مخالفانِ امیر وبمخالفت وموافقت مرجوح وراجح ندانستہ است۔چنانچہ از امیر روایت کند از معاویہ نیز روایت دورد اگر شائبہ طعن در معاویہ وددر روایت معاویہ بودے ہرگز در کتابِ روایت نہ کردے واورا درج نہ کرو"
صحیح بخاری جو قرآن کے بعد بڑی صحیح کتاب ہے اور شیعہ بھی اس کا اقرار کرتے ہیں یعنی شیعوں کے بڑے عالم احمد نبیتی کو سنا کہ کہتا تھا قرآن کے بعد بخاری تمام کتب میں صحیح تر کتاب ہے اس میں بھی حضرت علی کے مخالفین سے روایات موجود ہیں اور امام بخاری نے حضرت علی کی موافقت یا مخالفت کی وجہ سے حدیث کو راجح یا مرجوح نہ فرمایا۔امام بخاری جیسے کہ حضرت علی سے روایت

کرتے ہیں ویسے ہی امیر معاویہ میں طعنہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو امام بخاری ان سے ہرگز روایت نہ کرتے اور درج نہ فرماتے۔

نوٹ ضروری:۔ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ اسی مکتوب شریف میں اپنا ایک عجیب واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا طریقہ تھا کہ حضور ﷺ کے اولاد شریف وحضرت علی رضی اللہ عنہم کی فاتحہ کے لئے کھانا پکواتا تھا۔ ایک بار میں نے خواب میں سرکار ﷺ کی زیارت کی دیکھا کہ میں سلام عرض کررہا ہوں مگر جواب نہیں ملتا اور حضور میری طرف توجہ نہیں فرماتے کچھ دیر بعد مجھے ارشاد فرمایا کہ "نجانہ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد" ہم عائشہ کے گھر کا کھانا کھاتے ہیں جو مجھے کھانا بھیجے وہ عائشہ کے گھر بھیجے۔ میں سمجھ گیا کہ میں فاتحہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کا نام نہیں لیتا ہوں۔ اس کے بعد سے میں تمام ازواج پاک خصوصا حضرت صدیقہ کو فاتحہ میں شریک کر لیتا ہوں تمام ازواج حضور کی سچی اہل بیت ہیں۔ (انتہی صفحہ ۴۷)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ان ارشادات گرامی سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ حضرت مجدد کا عقیدہ امیر معاویہ ؓ اور ازواج پاک اور تمام صحابہ کرام کے متعلق کیا ہے اب جس مسلمان کے دل میں حضرت مجدد صاحب کی محبت ہوگی وہ امیر معاویہ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی نہیں کرسکتا اگر کرے گا تو حضرت مجدد صاحب کی جماعت سے خارج ہوگا۔

حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات:۔ قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب "غنیۃ الطالبین" کے (القسم الثانی: العقائد والفرق الاسلامیۃ میں) صفحہ ۱۷۱ پر اہل سنت کے عقائد کے بیان میں ایک فصل باندھی۔ **فَصلٌ وَ يَعْتَقِدُ أَهْلِ السَّنَّةُ أَنَّ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْأُمَمِ وَأَفْضَلُهُمْ أَهْلُ الْقَرْنِ الَّذِيْنِ شَاهَدَهُ**

اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام امتوں میں بہتر حضور کی امت ہے اور ان سب امت میں اس زمانہ والے بہتر ہیں جنہوں نے حضور کو دیکھا۔ اس فصل میں خلافت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ وَلِيَ مَعَاوِيَةُ تِسْعَةَ عَشَرَةَ سَنَةً وَكَانَ قَبْلَ ذَالِكَ وَلَّاهُ عُمَرُ الْإِمَارَةَ عَلٰى أَهْلِ الشَّامِ عِشْرِيْنَ سَنَةً پھر خلافت کے والی امیر معاویہ رہے انیس (۱۹) سال تک اور اس سے پہلے انہیں عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا حاکم رکھا تھا بیس (۲۰) سال تک۔

حضور غوث پاک اسی "غنیۃ الطالبین" کے صفحہ ۱۷۵ میں امیر معاویہ اور علی مرتضی کی جنگ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَمَّا قِتَالُهُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَ عَائِشَةَ وَ مَعَاوِيَةَ رضى الله عنها فَقَدْ نَصَّ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رحمه الله عَلَى الإِمْسَاكِ عَنْ ذٰلِكَ وَ جَمِيْعِ مَاشَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مُنَازَعَةٍ وَ مُنَافَرَةٍ وَ خُصُوْمَةٍ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُزِيْلُ ذٰلِكَ مِنْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، كَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غَلٍ﴾ (الحجر: ۴۷) وَلِأَنَّ عَلِيًّا ؓ كَانَ عَلَى الْحَقِّ فِي قِتَالِهِمْ فَمَنْ خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ بَعْدُ وَ نَاصَبَهُ حَرْباً كَانَ بَاغِيًا خَارِجاً عَنِ الْإِمَامِ فَجَازَ قِتَالُهُ وَمَنْ قَاتَلَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ وَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ طَلَبُوْا ثَأْرَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ خَلِيْفَةِ الْحَقِّ الْمَقْتُوْلِ ظُلْماً، وَالَّذِيْنَ قَتَلُوْهُ كَانُوْا فِيْ عَسْكَرِ عَلِيٍّ ؓ فَكُلٌّ ذَهَبَ إِلٰى تَأْوِيْلٍ صَحِيْحٍ اور لیکن حضرت علی ؓ کا حضرت طلحہ زبیر و عائشہ صدیقہ اور امیر معاویہ سے اس قتال کے متعلق امام احمد نے تصریح کی ہے کہ اس میں اور صحابہ کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام کدورتوں کو قیامت میں دور فرمادے گا جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے کہ "ہم جنتیوں کے سینوں سے کینے نکال دیں گے" اور اس لئے کہ علی مرتضیٰ ان صحابہ سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزما ہوا اس سے جنگ جائز ہوتی اور جن بزرگوں نے علی مرتضی سے جنگ کی جیسے حضرت طلحہ زبیر امیر معاویہ انہوں نے حضرت عثمان کے خون کا بدلہ کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہوکر شہید کئے گئے اور عثمان کے قاتلین حضرت علی کی فوج میں شامل تھے لہٰذا ان میں سے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گئے۔

حضور غوث الثقلین سرکار بغداد اسی "غنیۃ الطالبین" کے صفحہ ۱۷۶ میں امیر معاویہ کی امارت وخلافت کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں: وَأَمَّا خِلَافَةُ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَثَابِتَةٌ صَحِيْحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِيٍّ ؓ وَ بَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ نَفْسَهُ عَنِ الْخِلَافَةِ وَ تَسْلِيْمِهَا إِلٰى مُعَاوِيَةَ لِرَأْيٍ رَاهُ الْحَسَنُ وَ مَصْلَحَةً عَامَّةٍ تَحَقَّقَتْ لَهُ وَهِيَ دِمَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ اور رہی امیر معاویہ ابن ابی سفیان کی خلافت پس وہ اس وقت سے درست ہوئی جب کہ حضرت علی ؓ کی وفات ہوگئی اور امام حسن ؓ نے اپنے کو خلافت سے علیحدہ کرلیا اور امیر معاویہ کے سپرد کردی۔ ایک مصلحت کی بنا پر جو امام حسن ؓ نے دیکھا اور آپ کو مصلحت عامہ اسی میں نظر آئی۔ مسلمانوں کا خون بچانے کے لئے۔

حضور غوث پاک سرکار بغداد جیلانی اسی "غنیۃ الطالبین" کے صفحہ ۱۷۸ میں اہلِ سنت کا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں: وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى وَجُوْبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَالْإِمْسَاكِ عَنْ مَسَاوِيْهِمْ وَأَظْهَارِ فَضَائِلِهِمْ وَ مَحَاسِنِهِمْ وَ تَسْلِيْمِ أَمْرِهِمْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى مَاكَانَ وَجَرٰى مِنِ اخْتِلَافِ عَلِيٍّ وَ عَائِشَةَ وَ مُعَاوِيَةَ وَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى مَا قَدَّمْنَا بَيَانَهُ وَإِعْطَاءَ كُلِّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا﴾ (الحشر: ۱۰) سارے اہلسنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اوران کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اوران بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے۔ جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی ؓ اور حضرت عائشہ معاویہ، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے جس کا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں اور ہر عظمت والے کو اس کی عظمت کا حق دیا جائے کیوں کہ رب تعالیٰ مومنوں کی شان میں ارشاد فرماتا ہے کہ "جو مسلمان ان صحابہ کے بعد آئے وہ یوں کہتے ہیں کہ اے رب ہمیں بخش دے"۔

حضور پاک ؓ کے ان ارشادات کو سن کر سچا مسلمان اور کوئی بزرگوں کا ماننے والا امیر

معاویہ ؓ پر زبان طعن دراز کرکے اپنا ایمان برباد نہ کرے گا۔

حضور غوث اعظم کا یہ واقعہ تو مشہور ہی ہے جسے عام علماء وواعظین بیان فرماتے رہتے ہیں کہ کسی نے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امیر معاویہ ؓ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ ؓ کی تو بڑی شان ہے وہ حضور کے سالے، حضور کے کاتبِ وحی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضرت وحشی ؓ اسلام لاکر صرف ایک نظر حضور پرنور ﷺ کو دیکھ سکے پھر سرکاری حکم سے ایسے گوشہ نشین ہوئے کہ حضور کے وصال کے بعد ہی باہر نکلے۔ کسی ولی کی محبوبیت حضرت وحشی تک نہیں پہنچ سکتی کیوں کہ وہ صحابی رسول ہیں اور صحابی تمام جہاں کے اولیاء سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:۔ طریقت کے امام اعظم یعنی غوث اعظم کے ارشادات تو سن چکے اب شریعت کے امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت ؓ کے ارشاد گرامی بھی سنو۔ وہ اپنی کتاب "فقہ اکبر" (صفحہ ۸۵) میں صحابہ کے متعلق اہل سنت کا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ نَتَوَلَّاهُمْ جَمِيْعاً وَّلَا نَذْكُرُ الصَّحَابَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ ہم اہلسنت تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی یاد کرتے ہیں۔

اس کی شرح میں مولانا علی قاری "شرح فقہ اکبر" میں یوں فرماتے ہیں: وَإِنْ صَدَرَ مِنْ بَعْضِهِمْ بَعْضُ مَاصَدَرَ فِيْ صُوْرَةِ شَرٍّ فَإِنَّهُ كَانَ عَنِ اجْتِهَادٍ وَّلَمْ يَكُنْ عَلٰى وَجْهِ فَسَادٍ اگرچہ بعض صحابہ سے وہ چیزیں صادر ہوئیں جو بظاہر صورت شر ہیں لیکن وہ سب اجتہاد سے تھیں فساد سے نہ تھیں۔

بتاؤ اب کون حنفی ہے جو اپنے کو حنفی کہتے ہوئے امیر معاویہ ؓ پر زبان طعن کھولے اور اپنے امام کی مخالفت کرے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ:۔ سرتاج اولیاء، سندِ اصفیاء، زینتِ پنجاب حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز اپنی کتاب "کشف المحجوب" "باب ذکر اہلِ بیت

میں صفحہ ۵۸ پر حضرت امیر معاویہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ سنو اور پتہ لگاؤ کہ داتا صاحب کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا عقیدت و نیاز مندی ہے۔ "روزے مردے بنزدیک وے آمد و گفت یا پسر رسول اللہ من مرد درویشم اطفال دارم مراازتو قوت ام شب باید حسین رضی اللہ عنہ اوے راگفت بنشیں کہ مرارزقے درراہ است تابیارند بسے برنیامد کہ پنج صرہ از دینار بیاوردند ازنزد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اندر ہر صرہ ہزار دینار بود و گفتہ کہ معاویہ ازتو عذرمی خواہد ومی گوید کہ ایں وجہ مقدار اندر وجہ کہتراں خرچ کن تابراثر ایں تیماری نیکوتریں داشتہ آید حسین رضی اللہ عنہ اشارت بداں درویش کردتا آں پنج صرہ بدو دادند۔

ایک دن ایک آدمی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا کہ اے رسول کے فرزند! میں فقیر بال بچے دار ہوں۔ آج رات کی روٹی چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ٹھہرو ہمارا رزق راستہ میں ہے وہ پہنچ جانے دو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے آپ کی خدمت میں پانچ تھیلیاں پہنچیں ہر ایک میں ہزار ہزار اشرفیاں تھیں اور لانے والوں نے پیغام دیا کہ معاویہ معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معمولی نذرانہ اپنی معمولی ضرورتوں میں خرچ فرمادیں۔ اس کے بعد اس سے بہت زیادہ حاضر کیا جائے۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اس فقیر کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اسے بخش دیں۔

داتا صاحب قدس سرہ نے اس واقعہ میں چند باتیں بتائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا غیب کا حال جاننا کہ آئندہ کی خبر دے دی۔ امیر معاویہ کی اہلِ بیتِ اطہار سے نیاز مندی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھاری نذرانہ پیش فرمایا کرتے تھے اپنے خزانہ کے منہ اہل بیت اطہار کے لئے کھول دیئے تھے (خیال رہے کہ یہ ہدیہ خالص نذرانہ تھا۔ سالانہ وظیفہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا مقرر ہوا تھا نہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا) امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس نذرانہ کو قبول فرما کر راہ خدا میں خیرات فرمانا (خیال رہے کہ نہایت طیب و طاہر حلال چیز اللہ کی راہ میں خیرات دی جاتی ہے) آئندہ زیادہ نذرانہ پیش کرنے کا وعدہ۔ اب کون عقیدت مند ہے کہ جو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مان کر امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی کرے۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ:۔ ہم اس کتاب میں حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کی "مثنوی شریف" کا حوالہ پیش کر چکے ہیں جس میں انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کا ماموں لکھا ہے نیز ان کی کرامت "مثنوی" کے چودہ صفحات میں بیان فرمائی کہ انہیں ابلیس لعین نماز کے لئے جگانے آیا پھر آپ کے پکڑ لینے پر وہ آپ کی گرفت سے چھوٹ نہ سکا اور نہ آپ کو فریب دے سکا۔

غرض کہ تمام علماء اہل سنت اور اولیاء امت کا متفقہ عقیدہ یہ ہی رہا اور یہ ہی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام کا دل سے احترام کریں۔ انہیں تمام امت سے افضل جانیں لہٰذا یہ ہی صراط مستقیم ہے جو اولیاء اللہ کا راستہ ہے وہ ہی سیدھا راستہ ہے۔ اس پر رہنے کا ہم کو حکم خداوندی ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (التوبۃ: ۱۱۹/۹) سچوں کے ساتھ رہو اور فرماتا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحۃ: ۶/۱، ۷) اے خدا ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت دے ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ یہ اولیاء اللہ ہی انعام والے بندے ہیں۔ یہ ہی سچے لوگ ہیں انہیں کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے کون ملیں گے یا رافضی یا سنی جو روافض کی صحبت میں رہ کر یا ان کی کتب دیکھ کر اپنے ایمان کی دولت برباد کر چکے۔ رب تعالیٰ ہر مسلمان کا ایمان اس زمانہ کی ہواؤں سے محفوظ رکھے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

احمد یار خان

خطیب جامع چوک پاکستان گجرات پنجاب

۹ شعبان ۱۳۷۵ھ، یوم جمعۃ المبارک)